

کن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو

(نظمیں)

زین شکیل

Book Name: Kin Logon Main Chor Gaye Ho

Author: Zain Shakeel

Published In February 2022

Email: zainshakeel300@gmail.com

FB | Instagram | Youtube

Zainshakeelofficial | +92 342 5956300

قَلْبَانِ پُبلِيکِيشنْ

ہیش بازار، رمضان مارکیٹ، جلال پور جہاں، گجرات

qalbaan@gmail.com | +92 332 3252000

انتساب!

والد محترم شکیل اختر (مرحوم) کے نام

اگر آپ ہوتے تو شاید میں کبھی نہ کہتا کہ

”کن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو“

تایا جان پرویز اختر (مرحوم) کے نام

جن کا سایہ شمردار تھا۔

تایا جان جاوید اختر بٹ اور تایا جان جبیل اختر بٹ کے نام

جن کا ہونا بڑا آسر اہے۔ جن کے ہونے سے زیست بابرکت ہے۔

اور چند قدیم دوستوں

اکبر ڈار، توکل علی، حسن نسیم کنٹھ اور ثمین خاور کے نام

ایسے قدیم دوست جن کی زندگی کا آدھے سے زیادہ حصہ

میری زندگی کے آدھے سے زیادہ حصے میں جذب ہے۔

باب اول

کن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو



بھر رو گوں میں چھوڑ گئے ہو

کن لو گوں میں چھوڑ گئے ہو

ہنتے ہنتے جانے والے

کیوں سو گوں میں چھوڑ گئے ہو؟

یہ زخموں پر ہنس دیتے ہیں

إن لو گوں میں چھوڑ گئے ہو؟

ہم کو درد و اور دکھوں کے

سنجدوں میں چھوڑ گئے ہو

دیکھو مجھ کو رومند رہے ہیں

جن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو



کس طرح کہیں تجھ سے

کس طرح کہیں تجھ سے

تیرے روٹھ جانے سے

ہم دکھوں کے ماروں پر

دو نکلے کے لوگوں نے

انگلیاں اٹھائی ہیں



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِلٰهُ الْعَالٰیْہِ رَاجِحُونَ

ہم اک دوچے کے آگے رات کی خاموشیوں کے درمیاں خاموش بیٹھے ہیں

اور ان خاموشیوں کے درمیاں جو خامشی ہم کو میسر آرہی ہے

وہ بہت سنگارخ اور الجھے خیالوں کی کسی تصویر جیسی ہے

! کوئی تفسیر ہے

تفسیر بھی ایسی کہ جس کی سطر کا ہر لفظ ایسا ہے

! کسی تعویذ کو کھولیں تو اک کاغذ پکھے آڑے ترچھے لفظ ہوں جیسے

بجھتے کیوں نہیں ہیں ہم؟

ہمیں محروم رکھا جا رہا ہے ایسی باتوں سے

کہ جو آواز کے ملبوس میں ہی کہنے والی ہیں

انھیں چُپ کی زبان میں کہہ رہے ہیں ہم

بمحبت کیوں نہیں ہیں ہم؟

زمانے بعد لوٹ آنے پر بھی خاموشیوں کے ہاتھ ہی پیلے ہوئے ہیں

! مجھے معلوم ہوتا تو پلٹتا ہی نہیں واپس

کہو! چُپ کی زبان میں کب تک آواز کی قسمیں اٹھاؤ گے؟

یہ کیسے شادیا نے نگر ہے ہیں؟

! جن میں کوئی سوز ہے نہ سازنہ آواز شامل ہے

! مری آنکھوں پر کچھ پابندیاں عائد ہوئی ہیں جن میں اک رونے پر پابندی بھی شامل ہے

مری آواز تو بے روح ہے تم تو مری آواز کی میت پر رونے بھی نہ آئے تھے

مگر تم تو ابھی آزاد ہو

ویکھو تمہاری آنکھ میں اب بھی پر انادر دزندہ ہے

مگر آواز کس نے قتل کر دی؟

مری آواز کی در گاہ یہ کوئی دعا کرنے نہیں آتا

کبھی تم بھی نہیں آئے۔۔۔

مگر میں لوٹ آیا ہوں۔۔

کم از کم تم کو اس آواز کی میست پہ کوئی بین کرنا چاہیے

! ماتم نہیں تو پھر کم از کم مجھ سے کوئی بات ہی کر لو

! زمانے بعد میں ان پر تکلم، مدھ بھری آنکھوں کو اب دادِ سخن دینے نہیں لوٹا

! مگر جب خود ہی تم خاموشیوں کے ہاتھ پلے کر جکے ہو

اور خود اپنی صد اکے قتل ہو جانے پر خوش ہو

! خوش رہو پھر تم

! میں چلتا ہوں

مجھے تہا تمہاری ناز نہیں آواز کالاشہ اٹھانا ہے

! نمازِ فجر سے پہلے جنازہ پڑھنے جانا ہے



کیا چاہیے تھا؟

مزایئے لگا کر، جزا پر ہنس رہے ہیں

بتاب کر حالتِ دل، خطاب پر و پڑے ہیں

جفا سے پھر چکے ہیں، وفا پر ڈھنگئے ہیں

جنواں کی خاطر، زمانہ چھوڑ بیٹھے

زمانہ چاہیے تھا

اذان غم ہوئی تو، اُسی کی یاد آئی

کہیں شمع جلی تو، اُسی کی یاد آئی

کہیں بھی شب ڈھلی تو، اُسی کی یاد آئی

اُسی کو یاد کر کے، بھی بس سوچتے ہیں

بھلانا چاہیے تھا

زمانے سے اب آخر، تعلق ڈر گیا ہے

بہت آلاتشوں سے، تعلق بھر گیا ہے

تمہاری کنگ روی سے، تعلق مر گیا ہے

ہمارے درمیاں تھا، بس اک عہد وفا ہی

نبھانا چاہیے تھا

اسی خاطر چون میں کوئی گل کھل نہ پائے

لگے کچھ زخم ایسے، کبھی جو سل نہ پائے

جسے مانا تھا ہم سے، اسی سے مل نہ پائے

خطا یہ تھی وہ چہرہ، نئے و قتوں میں ہم کو

پرانا چاہیے تھا

ہماری چاہتوں سے، کنارہ کر لیاناں؟

ہمارے بن بھی خوش ہو؟ گزار کر لیاناں؟

ہمارے بن کسی کو، گوارا کر لیاناں؟

سو ہم سے کھو چکے ہو؟ کسی کے ہو چکے ہو؟

بتانا چاہیے تھا

گزرتی ہی نہیں تھی، گزاری شام پھر بھی

بھلاڑا لاتھا لیکن لیا وہ نام پھر بھی

تھے حق پر زین جی ہم، ہوئے بد نام پھر بھی

ذرا سی بات تھی اور زمانے بھر کو یوں بھی

فسانہ چاہیے تھا



کس بات کا جھگڑا ہے ہم میں

تمہیں یاد تو ہو گا محروم دل

جب یو کہ رنج محبت کے

دو پودے ہم نے اگائے تھے

انہیں پیار کا پانی دے دے کر ہم ساری عمر لگا بیٹھے۔

ہم دونوں تب بھی جانتے تھے

جس وقت یہ پودے پڑ بنتے

اُس وقت بھی ان دو پڑوں پر کسی موسم پھل نہیں آئیں گے

کہاں وقت مہاریں موڑے گا

جو لمحے آج میرہیں یہ لوٹ کے گل نہیں آئیں گے

ہم دونوں تب بھی جانتے تھے

ہم بانجھ درخت لگا بیٹھے

سب جان کے بھی انجان رہے

ہم سکھ کے گھر مہمان رہے

اب اُن پڑوں کے سامنے میں ہم دونوں بیٹھ اک دوچے کا

بس دکھ اور درد بڑھاتے ہیں

بس اب نقسان اٹھاتے ہیں

اب ہم دونوں اک دوچھ پر کیا کیا الزام لگاتے ہیں

معلوم بھی تھا ہم دونوں کو

دکھ درد گھٹانے والوں میں جب تم بھی نہیں اور میں بھی نہیں

اور عہد نجحانے والوں میں جب تم بھی نہیں اور میں بھی نہیں

جب دانستہ ہم دونوں نے معلوم پر دو ڈال دیا۔۔

اور دانائی کو ڈال دیا۔۔

پھر تم ہی کھوائے محروم دل

کس بات کا جھگڑا ہے ہم میں

کس بات کو روئے بیٹھے ہیں



! چلے گئے نال

نہیں کہا تھا؟

! جو بجھ پکے ہوں انہیں دوبارہ نہیں جلاتے

! جلا بھی لیں تو انہیں جلا کر نہیں بجھاتے

! جو گرپڑے ہوں انہیں دوبارہ نہیں اٹھاتے

! اٹھا بھی لیں تو انہیں اٹھا کر نہیں گراتے

اور اپنے ہاتھوں کو اپنی دھن میں بغیر سوچ، بغیر سمجھے

! اداس لوگوں کی سمت یوں نہیں بڑھاتے

! بڑھا بھی لیں تو بڑھا کے پھر سے نہیں چڑھاتے

نہیں کہا تھا؟

! سو تم بھی دنیا سے کون الگ تھے

! بچھے ہوئے کو جلا کے پھر سے بچا گئے ناں

! گرے ہوئے کو اٹھا کے پھر سے گرا گئے ناں

! بڑھا کے ہاتھوں کو ہاتھ پھر سے چھڑا گئے ناں

! نہیں ملے ناں! چلے گئے ناں



اداسیوں کی نسل بڑھ رہی ہے

اداسیوں کی نسل بڑھ رہی ہے

اپنے آنسوؤں کو اس طرح دبارہ ہے ہو کیوں؟

! بتارہے ہو کیوں؟ کہ ٹھیک ہو! اگر نہیں ہو تم

! چھپا رہے ہو کیوں؟ جو دکھرا رہے

رس رہا ہے خون بات بات سے،

وہ بات بات جو خموشیوں کی شال اوڑھ کر پڑی ہوئی ہے شور میں

! دکھار ہے ہو کیوں؟ جسے چھپانا چاہیے

وہ لوگ جو تمہارے رخ کی روشنی جہاں بے مراد سے چھپاتے پھر رہے ہیں مدتوں سے،

تم انہیں ستار ہے ہو کیوں؟

نہار ہے ہو عہد؟ جو نجایا جا چکا

سنار ہے ہو درد؟ جو سنایا جا چکا

اُسے بلا رہے ہو تم؟ جو لوٹنے کی آس خاک میں ملا چکا

بنا تو تم نے کس لیے الحنفے والے گیسوں کو خود کفیل کر لیا؟

بنا تو تم نے کس لیے عدالت وصال میں فراق کو وکیل کر لیا؟

بتا چاہیے تمہیں کہ کس لیے ہمارے بارے سوچنے کے وقت کو قلیل کر لیا؟

بتا بھی دو! یہ کس عذاب میں پڑے ہوئے تڑپ رہے ہو دیر سے؟

وہ لوگ جن کی سگتیں تمہیں کبھی نہ راس تھیں

انہی کی سگتوں میں خود کو کیوں علیل کر لیا

اداسیوں کی نسل بڑھ رہی ہے

اور تم اداسیوں سے رشتہ داریاں بڑھا رہے ہو

! یہ بھی ٹھیک ہے

چلو تمہارا کوئی تو سہارا ہو ہی جائے گا

! کوئی تو شاہزادہ اداسیاں، تمہارا ہو ہی جائے گا

مگر ہمارا کون ہے؟

تمہارے بن؟ ہمارا کون ہے؟

! تمہارے ان لبوں کی خیر ہو

خموشیوں سے اب ہمارا جی جلا رہے ہو کیوں؟

کہو! ہمیں ستارے ہو کیوں؟



کوئی اُس سے پوچھے

مناظر وہی ہیں

وہی ہیں کہ جو اسکی آنکھوں کے کھلنے پہ بیدار ہوتے ہیں بس

مجھ کو افسوس ہے ایسے کپڑوں کی قسمت پہ

جن کے مقدار میں اک اُس کا لمس بدن ہی نہیں ہے

کوئی ایسے پھولوں کا ماتم نہیں جن کو چھوٹی نہیں وہ

کوئی ان لطیفوں کی قسمت پر روئے جنہیں سن کے نہتی نہیں وہ

کوئی تین چار ایسے لفظوں سے پوچھئے کہ ان پر زمانوں سے کیا بتتی آرہی ہے

جباں ان کو کہنا ہو، کہتی نہیں وہ

کوئی پُر سکوں ان مقالات کا بین گُن لے

!!! کہ جن کے فقط سامنے سے گزرتی ہے نازدِ نقر لیکن ٹھہرتی نہیں وہ

کوئی ان دکھوں سے بھی پوچھئے کہ جو صرف اسکے ہیں اور ان کو سہتی نہیں وہ

کوئی تو ان اشعارِ اردو کا اندوہ جانے جنہیں گُن کے بس واہ کرتی ہے

پر آہ بھرتی نہیں وہ ---

کوئی ان بچھوڑوں کے قصوں بھری، رخ آمیز اور زرد نظموں کے حق میں دعائیں کرے

جن پر روئی نہیں وہ ---

کوئی ایسے لوگوں کے بارے میں سوچ کہ جن کا کسی سے کبھی پوچھتی ہی نہیں وہ ---

کوئی مجھ سے پوچھئے اگر تو میں کیا اور کیسے بتاؤں؟

کہ بس میرے بارے میں میرے علاوہ

بھی سے وہ کیوں پوچھتی ہے؟

! کوئی اُس سے پوچھے



اُس کا کیا ہے

اُس کا کیا ہے!

وہ چاہے تو لفظوں کو بہلا سکتی ہے

وہ بالتوں کو بھی اپنی میٹھی بالتوں میں لا سکتی ہے

آگ کو آگ لگا سکتی ہے---

خوشبو کی تصویر بناسکتا ہے کوئی؟

نہیں بنا سکتا ناں کوئی؟

اوہ چاہے تو خوشبو کی تصویر بنا سکتی ہے

اپاد شہوں کو آنکھ اٹھا کر عشق فقیر بنا سکتی ہے

دنیا بھر کے دریاؤں کو، آنکھ کا نیر بنا سکتی ہے

پانی کو بھی پیاس لگا سکتی ہے

وہ چاہے تو عقل کو پا گل کر سکتی ہے

اور جنوں کو جو چاہے سمجھا سکتی ہے

خواب تو خواب ہیں خواب تو سب کوراہ دکھا سکتے ہیں

لیکن وہ چاہے تو خوابوں کو بھی راہ دکھا سکتی ہے

خواب دکھانا اور بنا تلواس کے بس میں ہے

لیکن وہ چاہے تو خوابوں کی تعبیر بنا سکتی ہے---

پل میں ہنس دینے سے ہی تقدیر بنا سکتی ہے

رنگ اس کی آنکھوں کے آگے جھک جاتے ہیں

وہ چاہے تو رنگوں کے بھی رنگ اڑا سکتی ہے

اس کا کیا ہے

دروازوں کو کھلا ہوار ہے پہ وہ، پابند بھی کر سکتی ہے

وقت کو ساکت کرنے کی خاطر آنکھوں کو بند بھی کر سکتی ہے

لانکھوں دردوں اور دکھوں کو، ہنس کر چند بھی کر سکتی ہے

اُس کا کیا ہے!

وہ چاہے تو منت ماننے در گاہوں پر جا سکتی ہے

در گاہوں کے دیپ تو اس کو دیکھ کے خود ہی جل سکتے ہیں)

(منت اس کو خود ہی ماننے آسکتی ہے

اُس کا کیا ہے!

وہ چاہے تو ہر اک شے پر قادر ب سے میری بات بھی کر سکتی ہے

بخت کی رات اندر یہ بھی ہو سکتی ہے

میرے بخت کو اس کی ذات سے سیری بھی ہو سکتی ہے

وہ چاہے تو میری بھی ہو سکتی ہے

پر

اُس کا کیا ہے!



لاچارن

جانے کیا ارادہ تھا، لس غلط ارادہ تھا

اس کے اور میرے نئے، صرف ایک وعدہ تھا

تلخ تلخ لفظوں میں، آج رات کی اُس نے

کتنے سخت لبھے میں، مجھ سے بات کی اُس نے

اضطراب کا طوفاں، میرے تن بدن میں تھا

اُس نے کہہ دیا سب کچھ، جو بھی اُس کے من میں تھا

بات غیر کی تھی وہ، بات میں کہیں آئی

! اُس کو شرم نہ آئی؟ نہ! اُسے نہیں آئی

رات کٹ گئی ہے اور وہ مجھے گناہ کر بھی

آپ اپنی نظروں میں، خود کو ہی گرا کر بھی

سب کا سب لٹا کر بھی، میرے پاس بیٹھی ہے

! اب اداں بیٹھی ہے



کیا تمہیں یاد ہے؟

! ہاں! مجھے آج بھی یاد ہے!

آخری بار جب میں تمہیں ہجر کے سارے خدشات سمجھا رہا تھا

تو یہ بھی کہا تھا! کہ یہ جو تمہارے مرے درمیاں آنے والا ہے

! یہ ہجر سے مختلف ہے! کہ اس کا کبھی بھی کوئی انت شاید نہ ہو

یاد ہے؟ جب میں اُس دن تمہارا پسندیدہ گرتا

دھلائی نہ ہونے کے باعث) پہن کر نہیں آسکا تھا)

اگرچہ تمہیں اس حوالے سے شکوہ کوئی بھی نہیں تھا

مگر میں نے تم سے اٹھارہ منٹ مغدرت کرتے کرتے گزارے تھے

یہ یاد ہے؟ جب تمہیں میں نے افسر دہو کر بتایا

مجھے ڈاکٹر نے بہت سوچنے سے منع کر کھا ہے

! کہا ہے! کسی کام میں خود کو مصروف کرلوں

! کہ یہ ابھی سوچیں مجھے اور بیمار کرنے لگیں گی

کئی اور باتیں بھی تھیں جو مجھے یاد ہیں اور میں چاہتا تھا

! کہ تم تو صححتی! مری الجھنوں سے ذرا دیر لڑتی

! مجھے اس گھری صرف تم سے دلائے کی امید تھی

! یہ مری اضطرابی تمہاری تسلی سے مت بھی تو سکتی تھی

! اور میری تکلیف گھٹ بھی تو سکتی تھی

! اور آخری بار جب میں تمہیں ہاتھ جوڑے ہوئے کہہ رہا تھا! کہ پچھڑا تو جی نہ سکوں گا

جیا بھی تو جیسے میں لمحہ بہ لمحہ تمہاری طلب میں مرا ہوں

! کسی اور کے واسطے پھر کبھی یوں نہیں مر سکوں گا

اور اُس وقت بھی میری آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے

! نہیں رُک رہے تھے

مگر میری ہر بات ہی ان سنی کر کے

! تم مجھ سے سگریٹ نہ پینے کی قسمیں لیے جا رہی تھی



ایمان---متزل ایمان

! فدا یاں تکّم

تم نے حرف و صوت کے دھوکے میں رہنا ٹھیک کیوں سمجھا؟

وہ لحن خامشی جس میں کہیں بھی تازگی باقی نہیں تھی، مانتے تھے

! او فدا یاں سکوت بے سبب

تم نے اسے کیوں تازہ دم سمجھا؟

! فدا یاں نگاہ بے اثر

تم نے مناظر کی ننھی کیوں کی؟

تمہاری فکر روشن تھی، تمہارے ذہن میں نورانی سوچیں آن ٹھہری تھیں

تمہارے خواب کتنے قیمتی تھے

اس تدر معصوم آنکھوں کے مقدر میں نگاہ بے اثر نکلی تو کیوں آخر؟

بھی کچھ جانتے تھے! مانتے تھے! پھر، کہو! کیونکر ہوس کی ورغل اہٹ میں چلے آئے؟

کہو! کیونکر بصارت بیج دی تم نے؟

کہو! کیوں لمس کی تحقیر کر ڈالی؟

! ہماری بات تو رہنے ہی دو

چھوڑو! ہمیں کیوں دیکھتے ہو؟

ہم تو ایسے ہیں کہ ان کذاب ہونٹوں پر اگرا یمان بھی لائے،

! تو دانستہ نہیں ڈولے

جہاں ہم کو لگا کہ اب یہاں خاموش رہنے کا کوئی بھی نیک نہیں بتا

مگر وہ ہونٹ ساکت ہیں تو ہم بھی کچھ نہیں بولے

ہمارے سکھ، دکھوں کے پاس ہی اب تک مَوْدَع ہیں

ہمیں نظمیں دعا میں دیتے دیتے مر گئیں

اب تک ہمیں نظمیں کہے جانے کی دھن ہے

! کل یہی نظمیں ! یہی ! ہاں ! یہ جنہیں تم پڑھ رہے ہو

پڑھ رہے ہو پر ہمارے سامنے چپ ہو

مگر کل کو انہی نظموں کے پڑھنے والے کہہ دیں گے

کہ ان نظموں کو پیدا کرنے والا

! بانجھ پن کے کرب سے گزر ہوا اللتا ہے شاید

! اور بھی ایسا ہی کچھ کہہ دیں گے ان نظموں کے قاری

! اور ہم ان پر نہیں گے

ہم جو نظمیں روتے روتے لکھ رہے ہیں

ہم وہاں پر دور بیٹھے ہنس رہے ہوں گے

اور ان نظموں کے پڑھنے والوں کو آواز دیں گے

اور کہیں گے

اوقدایان سخن !

دیکھو ہماری نامر ادی بس انہی نظموں کی حد تک ہے

ہمیں اس حد تک محسوس کرنے سے بچو

چھوڑو! ہمیں رہنے ہی دو

دیکھو کہ ہم ایمان کے پکر ہے ہیں

ہم نے حرف و صوت کے دھوکے کو بھی دھوکا نہیں سمجھا

وہ محن خامشی جو باسی پن تقسیم کرتا تھا

اسے مصنوعی کوئی تازگی پہنا نہیں پائے

ہوں آئی تو پھر دل سے ملے اس سے مگر اپنی بصارت کو نہیں بیجا

نگاہِ بے اثر کو بے اثر کہنا کیا رہا اک گنہ سمجھا

! ہماری بات تو رہنے ہی دو

ہم آج بھی ایمان کے پکے ہیں

گر یہ نظم بھی ہم کو دعائیں دیتے دیتے مرگی

! تو پھر بھی ہم ایمان کے پکے رہیں گے

پھر بھی ہم ہر کھوٹ میں سارے کھرے،

! ہر جھوٹ میں سچ رہیں گے

! او فدا یاں سخن

! اس واسطے رہنے ہی دو ہم کو

و گرنہ پھر کہیں کل کو تم اپنے ڈولتے اور ڈوبتے ایمان کو

ہاتھوں میں لے کر ٹھوکریں کھاتے پھرو گے

پھر ہماری ان دعاؤں سے بھری مر حوم نظموں کو پڑھو گے

اور کہہ دو گے کہ ان ظموں کو پیدا کرنے والا

بانجھ پن کے کرب سے گزرا ہوا الگتا ہے شاید

اور اپنے ڈولتے ایمان پر راضی رہو گے

! اور ہم تم پر ہنسیں گے



رائیگانی

اگر تم نے ہنڑہ، سوات اور کاغان، ناران کے جھلملاتے مناظر نظر میں اتارے ہوئے ہیں

اگر تم نے دریائے نیلم پہ، جہلم پہ، راوی، چناب، اور سندھ اور ستھن پہ جا کر

! کناروں پہ بیٹھے ہوئے دور تک دیکھتے دیکھتے اپنا راضی کریا ہے، آہیں بھری ہیں

اگر تم نے اندر وون لاہور کی تنگ گلیوں کے ہاڑے سنے ہیں،

اگر تم نے ان تنگ گلیوں میں قائم قدیم ان عمارت کے نیم و انین دیکھے ہوئے ہیں

اگر تم نے پنجاب، سندھ اور پختون و سرحد، بلوچوں کے کلچر کو اپنا کے دیکھا ہوا ہے
اگر تم نے گاؤں کے ٹھنڈے سر میلے ہرے لہبھاتے ہوئے کھیت من میں بسائے ہوئے
! ہیں !

تو پھر تم کو 10 میں سے 10 پورے نمبر ملے ہیں

مگر پورے نمبر ملیں بھی اگر

! تو یہ ساری سیاحت ریاضت فقط رایگانی ہی ہے

! تم نے کچھ بھی سنا اور دیکھا نہیں ہے

! اگر اُس کے پشتون لجھ میں تم نے پنجابی سنی ہی نہیں

! اس کی اردو گلابی سنی ہی نہیں

نیند کے بو جھ سے پلکیں جھکتی ہوئیں،

بند ہوتے ہوئے نین دیکھے نہیں

اُس کی ناراضیوں سے ڈرے،

ا! آسمان وزمیں، گھر، گلی اور بازار بے چین دیکھے نہیں

ا تو تمہیں پورے نمبر مبارک! تمہیں رایگانی مبارک



محبت / سمجھوتہ

چل ایسے کر لیتے ہیں جیسے تو کہتی ہے

ٹھیک ہے انواب نہیں جنتے

چل ٹھیک ہے وعدہ نہیں کرتے

کیا آس امید لگانی، جگہ بنانی دل کے نق

ا! ملن ہو جائے تو پھر ٹھیک و گرنہ جو اللہ کی مرضی

ا تو بھی مجھ سے کہے گی، میں بھی تجھ کو بھی کہوں گا

ٹھیک ہے ایسے کر لیتے ہیں، دوری کو ہم کچھ نہیں گئے

اک دو بے کے پر یم میں کھو کر

رو نے اور تڑپنے والا وقت کبھی کا بیت گیا ہے

اپنے اپنے کام کریں گے، وقت ملاؤ بات کریں گے

ٹھیک ہے اب میں نہیں کھوں گا، کالے کپڑے پہان کے آنا

تو بھی مجھ سے مت کہنا کہ آج تو کالا رنگ پہنتے

ٹھیک ہے! اب ہم جب بھی میں گے فون کو سائلنٹ پر نہیں رکھنا

کوئی ضروری کال تجھے بھی آسکتی ہے اور مجھے بھی آسکتی ہے

میں تیرے بن رہ نہیں سکتی! میں بھی کون سا جی سکتا ہوں؟

اب کے ایسے جملے بول کے وقت گزار نہیں کریں گے

اور آخر میں پھر افسر دہ ہوئے بنا ہم

اک دو بے سے بس یہ کہہ کر رخصت ہوں گے

اٹوبس میرا ہے! تو بھی بس میری ہے

!چل ایسے کر لیتے ہیں !! جیسے تو کہتی ہے

خواب نہیں بنتے ہیں !!!
ٹھیک ہے خواب نہیں بنتے ہیں

ملن ہو تو ٹھیک

و گرن جو اللہ کی مرضی



صاحبہ! رو نہیں

تیرے آنسو تو برسات کی ایک بربادی شکل ہیں

تیری آنکھوں کی لالی گھٹاؤں کی کالج کی اجزی ہوئی قسم ہے

تیری آنکھوں کے حلقة سرابوں کی تصویر ہیں

صاحبہ! توجو پھولوں کی تطہیر تھی

اب عذابوں کی تفسیر ہے!

جلد بازی تری مثل تاخیر ہے

اصاحبِ اتوہنستی بھی ہے

میں نہیں جانتا کن غموں کو سمیئے ہوئے ہننے لگتی ہے تو، پر ہنسا کر

تری مسکراہٹ مجھے زندگی ہے

تجھے بے کلی ہے؟

تری بے کلی آخری قبر ہے

جس میں مدفون میر اسکوں مر نہیں پا رہا۔۔۔۔۔

یوں نہ گھٹ گھٹ مر اکر

! سنا؟ صاحبِ اروہنیں

رو نے والے اگرچہ بہت بیس۔۔۔۔۔ مگر

تیری مجروح بے زاریاں تیری آہوں کا جس مسلسل

تری نا سہی تو مری آرزو کا گلگھونٹ دے گا

تو پھر تیرے رو نے پر دنے کو کوئی رہے گا نہیں

صاحب! تجھ سے کوئی کہے گا نہیں، اپنی آنکھوں کو آباد کر

وہ فسول جو کہیں ان میں موجود ہے۔۔

! بے خیالی میں یوں کھو نہیں

صاحب! رو نہیں



فوتنی

کل رات وہ ہوا جسے ہونا روانہ تھا

ویراں سڑک تھی کوئی بھی میرے سوانہ تھا

کیسے مرے خیال پہ تم ہو گئی سوار

تم نے لگام تھام لی میرے خیال کی

اور لے گئی خیال کی اک بھیڑ میں کہیں

دیکھا تو جاہے جاہی تمہارے خیال تھے

منظوم ہو چکی تھی کمل ہی تم مگر

اس تیر گی میں ایک عجب حادثہ ہوا

کلم را گیا خیال تمہارے خیال سے

کل رات حادثے میں مری نظم مر گئی



بید بینا

کہاں ہو تم؟

ادھر آؤ یہاں روحوں کو حاجت ہے

ابھی سائے اداسی کے گھنے ہونے کو ہیں

دیکھو! اداسی روح تک کوچیر ڈالے گی

ہمارے غم کسی پاکیزگی کی شکل سے ملتے نہیں ہیں

اور اداسی جس بنتی جا رہی ہے

جو کبھی تسلیم دے دیتی تھی اب وہ نفس کی دشمن بنتی ہے

اے یہ بیضا! تمہاری خیر ہو

یہ سب تمہیں سہنا گوارہ ہے؟

ہماری آنکھ نے عورت کا پردہ چھیل ڈالا ہے

ہمیں اُس عصمتِ حوا کی رکھوائی نہیں آئی

ہمارے خون ہی پیار ہیں اور ہم تعیش میں گلن ہیں

اور سکوں سے ہیں !

میدبیضا !

ہمارے ہاتھ پاؤں، تن بدن مسجد توجاتے ہیں! ہمارا من نہیں جاتا

یہاں ہم ایک دوچے سے جڑے رہ کر فقط دنیا بھاگتے ہیں! پر ایا پن نہیں جاتا

ہماری روح کو، جذبات کو، بیماریاں اتنی ہیں گنتی میں نہیں آتیں

اذیت اس قدر پھیلی ہوئی ہے جو کبھی محسوس بھی ہوتی نہیں ہے

اور ہمیں بیماریوں کی کچھ خبر اب تک نہیں

لا علم ہیں لیکن ہمیں حاجت بہت ہے

تم کہاں ہو؟ اے میدبیضا!

کہاں ہو تم؟



At The End

بھر آلام ملے

چاہے ترے نام کا الزام ملے

دل کو یہ دھن ہے کہ اب ٹوہی سر عام ملے

چشم بیار کو اے جان! نقطہ مثل دوا

ٹوہی سر صح ملے

ٹوہی سر شام ملے

اک ترے لمس سے دوری بھی بدن توڑتی ہے

چند لمحے

تری آغوش میں سر رکھنے کو مل جائیں تو آرام ملے



کلام کر!

کلام کر حسین شخص

دیکھ! آسمان کے کان بھی لٹک گئے

سما عتیں تری صدائے سبز کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں دیرے سے

کلام کر! اے مہ جبین شخص

مجھ سے آج میرے گھر کی کھڑکیاں، دیوار و دریہ کہہ رہے ہیں

کوئی رمز ہجر آشکار کرنے نہیں رہا

چلو ہزر اربار نا سہی تو ایک بار کر نہیں رہا

کلام تیرا یار کرنے نہیں رہا

کلام کر! اے شہر قلب کے مکین شخص

تو تو جانتا نہیں کہ تو نے اخطراب کا سکون کس قدر تباہ کر دیا

سکوت کا جو جس ہے اسی کو بے پناہ کر دیا

سفید گفتگو کارنگ بھی سیاہ کر دیا

! کلام کر! ڈین شخص

ٹونے ہی کبھی مجھے کہا تھا! پر یقین شخص

دیکھ! تیری چپ مر یقین کھائی

یہی تو میرا آسمان! مری زمین کھائی

یہ میں، یہ میرا سب تو اک طرف

تری یہ چُپ تمام سامعین کھائی

! کلام کر

! اے بہتروں میں بہترین شخص

دیکھ! میرا ضبط اب ہوا کی بذریبوں سے ٹوٹ جائے گا

کوئی بھی سنگ اب مری صدا کے راستے میں آگیا تو ٹوٹ جائے گا

ساعتوں کے پاؤں میں جو آبلہ ہے پھوٹ جائے گا

یہ بد عقیدہ، بے ایمان، بد چلن ہوا بھی مجھ سے کہہ رہی ہے

اب مذر صد اکی خوشبوئیں فضامیں گھولتا نہیں

مُردوں کو ٹولتا نہیں، جنوں کا بھید کھولتا نہیں

ساعتیں بہت ادا س ہو گئی ہیں زین !

تیرا یار بولتا نہیں؟

! کلام کر

کہ اب تمام بذباں صد اوں کو زوال ہو

ساعتیں جو تیرے واسطے ترس گئی ہیں

ان کا دور اب ملاں ہو

جو ہو نہیں رہا ہے! وہ کمال ہو

! کلام کر

کہ اب تمام بے قراریوں کی خیر ہو

تمام ساعتوں کی آہوزاریوں کی خیر ہو

ساعتوں کی انتظاریوں کی خیر ہو

تری صد اکی پر دہداریوں کی خیر ہو



گزارش

اپنی آواز سے محروم نہ کرنا مجھ کو

رنج کی شکل صداوں سے بہت ملتی ہے

ان صداوں سے کہ جن میں تری آواز نہیں

جان بیمار ہوئی، اور ساعت کی طلب

تیری آواز تھی، آواز رہے گی ہر بار،

تیرے خاموش رویے سے بہت زخمی ہے

یہ مری روح، مر جسم، مری جان، یہ دل

اور اس روح کی بے چینی کا حل اتنا ہے

اپنی آواز سے محروم نہ کرنا مجھ کو



وہ کہاں جانتی ہے؟

اُسے کیا گلابوں کے کھلنے نہ کھلنے سے

بانغوں کے ہونے نہ ہونے سے

اُسے خوشبوئیں بھی لبھانے میں ناکام ہیں

اس کی اپنی کوئی موج ہے

کتنی ظالم ہے وہ

دیکھ کر بھی سمجھتی نہیں کہ کوئی دیکھتا ہے اُسے

دیکھنے کے کئی اور مفہوم ہوتے ہیں پر

اس کے نزدیک جو دیکھنے کا ہے مفہوم، وہ "دیکھنا" ہی ہے بس

اُسے کیا غرض شاعری، لفظ، اشعار، نظم و غزل، اور رومانوی ناولوں اور ڈراموں سے

اُسکو توجہ نہیں اسی داستان کا بھی پوچھو تو جھٹ سے سنانے لگے گی

نہیں جانتی کتنی موسیقیت اُس کے گالوں میں ہے

اُس کے بالوں میں ہے

اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے کتنے درباری، بھیرو، پہاڑی اور ایکن

کسی روچے چین کی اضطرابی ساعت کی خاطر سکوں ہیں

مگر اس کو مہدی حسن، اور جگجیت، پنچ، رفع، اور نصرت، تا اور میدم کو سنتے ہوئے لوگ

بورنگ ہی لگتے رہے ہیں ہمیشہ

اُسے کیا پتہ بار شیں کیا بلا ہیں

اسے بارشوں کے غصب سے یار و مان سے لینا دینا نہیں

اُس کے لیے بار شیں صرف یہ ہیں کہ بارش کے پانی میں وہ زور سے پاؤں مارے تو چھینٹے

اڑیں

(Happiness) اور اُس کے لیے زندگانی کی سب سے بڑی پیشی نس

چھوٹے بچوں سے بس ٹافیاں چھین کر کھاتے رہنا ہی ہے

لوگ کہتے رہے ہیں ہمیشہ سے اور لوگ کہتے رہیں گے یہی

وہ کہاں جانتی ہے

مگر جب مر انام اس کے لبوں پر کہیں سے اتر آئے

پلکیں جھکاتی ہے

اور اس کے ہونٹوں پر اتری ہوئی نرم مسکان ہی یہ بتانے کو کافی ہے

بس اک وہی ہے جو سب جانتی ہے

مگر لوگ اس کو کہاں جانتے ہیں؟



ایسے تو نہیں تھے تم

ایسے تو نہیں تھے تم

لوگوں سے ملے ہو گے

لوگوں میں رہے ہو گے



نصیرت

اُسے آنا ہوتا، آجاتا اُسے ملنا ہوتا، مل جاتا

تم کچھ لمحوں کی قربت کو سینے سے لگا کر بیٹھ گئے

اب کب تک جان جلاوے گے؟

معصوم اکیلی جند چھوٹی، اور آن پڑے ہیں دکھ بھاری

کہو! کب تک بوجھ اٹھاؤ گے؟

مت بوجھ دکھوں کے ڈھویا کرو

تم ہنتے اچھے لگتے تھے، تم ہنتے اچھے لگتے ہو

بس اپنے لبوں کی مالا میں مسکان کے پھول پرویا کرو

اک یاد میں شب بھر رورو کر، کیوں آنکھیں بخبر کرتے ہو؟

اک عمر کا جگناٹھیک نہیں، مت رویا کرو، اب سویا کرو



کوئی تو ہے ناں

اداسیوں کے سبب کے بارے میں سوچنا کیا؟

اداسیوں کا سبب کوئی ہو، حسین تر ہے

کسی کی باتوں میں کھوئے رہنا، کسی کی یادوں میں روئے جانا

عبادتوں ہی کی شکل ٹھہری

عقیدتوں کے چراغ ہم نے جلائے کتنے، کے خبر ہے؟

یہ رنج کتنے خفاقتھے ہم سے، منائے کتنے؟ کے خبر ہے؟

کے خبر ہے کہ ٹھپکیاں اور لوریاں دے کے درد ہم نے سلاۓ کتنے؟

اُسے خبر ہے! کہ جس خاطر اُداسیوں کو گلے لگایا

اُسے خبر ہے! کہ جس کے بارے خدا کو ہم نے بہت بتایا، بہت دعا کی

وہ جانتی ہے! کہ جس کی خاطر خدا کے گھر میں صد الگائی

وہ مانتی ہے! کہ جس کی خاطر قبول رنج والم کیے ہیں

وہ کس اذیت کو کاٹتی ہے، مجھے خبر ہے!

! وہ کیسے لوگوں میں، کس طرح زیست کا ٹھیک ہے، مجھے خبر ہے!

! وہ وقت کیسے گزارتی ہے! مجھے خبر ہے!

خموشیوں کی، اداسیوں کی وہ شاہزادی

اداس دلہن، غنوں کی ملکہ، دکھوں کی ماری

! اداس ہو کر وہ جیسے مجھ کر پکارتی ہے! مجھے خبر ہے!

تمہیں خبر ہو تو تم کبھی بھی اداسیوں کا سبب نہ پوچھو

تمہیں خبر ہو تو تم بھی میری اداسیوں کے مزار پر نگے پاؤں آکر دیے جلواً

پھر عمر بھر مسکرانہ پاؤ تو کیا کرو گے؟

! سو میری مانو! اداسیوں کا سبب نہ پوچھو

بس اتنا کافی ہے مدتوں سے جو کہہ رہا ہوں

کوئی تو ہے ناں کہ جس کی ناطر،

! اداس رہنے کا شوق سا ہے



مجھ کو روشن تو کر

میں کسی اور کا نام لینے کی پاداش میں

زندگی تیرے بن کاٹنے کی سزا بارہاں چکا ہوں

تری کمسنی میرے بیروں کی زنجیر تھی

تجھے تو یہ معلوم تھا ہی نہیں کہ تری پردگی کو کہاں سے کہاں تک سنبھالا تھا میں نے

نہ جانے ترا پیر ہن بھی دریدہ ہی رہنے کا دکھ سہہ سکے یا نہیں

سو تجھے ڈھانپنے کے لیے میں نے خود کو دریدہ ہی رہنے دیا تھا

سو تو میرے زخموں کو کیسے سمجھتی

مری زندگی کی دریدہ لباسی بھلا ایسی آنکھوں میں اترے بھی کیوں؟

! جن میں ریشم یا کنواپ کے خواب ہوں

تجھے میرے خط پڑھ کے رونے کی عادت پڑھی مگر اب انہیں پڑھ کے ہٹنے کا مقصد
سمجھ میں نہیں آ رہا ہے

زمیں تیری موجودگی کی خوشی میں مجھے کیا سمجھتی

ترے آسمانوں کی وسعت مرے دل کی وسعت سے اتنی زیادہ نہیں تھی

مگر تیری موجودگی میرے دل کی سمجھی و سعین کھائی ہے

ترے نام کے جشن المیوں میں ہوتے ہیں

جن کو تجھ باؤضو ہو کے تکنے کی عادت نہیں ہے

تو خوش بھی انہی میں ہے جن کے لیے تیرے چہرے کو تکنا عبادت نہیں ہے

آج بھی اپنے ہونے پر ماتم کیے جا رہی ہے (Canteen) وہی کینٹین

جہاں سے تو چائے پئے بن پلٹ آئی تھی

میں اُسے آج پھر سے دلا سہ نہیں دے سکا

ٹونے اُس کو پلٹ کر بھی دیکھا نہیں ہے تو رستوں کے دکھ کیسے سمجھے گی تو

مقدار تو ان راستوں کے ہیں جن کو شب و روز ہی تیرے تدموں کی خیرات ملتی چلی آ رہی

ہے

تیر امانا خوشی ہی سہی پر ترا لمس دکھ کے سوا کچھ نہیں

اس سے پہلے کہ یہ زندگی، میں جسے تیرے بن کاٹنا چاہتا تو نہیں ہوں، مجھے کاٹ لے

اس سے پہلے کہ مجھ کو ترا صرف محروم نہ ہونے کا دکھ چاٹ لے

میرا بجھنا نہ بجھنا تو پھر بعد کی بات ہے

مجھ کو ہاتھوں میں لے

پہلے روشن تو کر



میرے غم کی فضیلت بیان کر

مدت ہوئی تو نے غم کی فضیلت بیان ہی نہیں کی

میرے دل میں پڑے تیرے سچھے ہوئے رنج ترسے ہوئے ہیں

کبھی ٹو انہیں اپنے ان باکرامت لبوں سے چھوئے، ان کی تاثیر تبدیل کر دے

ہر اک درد و غم کا اثر ہی الٹ جائے، ہر دکھ پلٹ جائے

تیری آنکھیں سلامت رہیں جو خطابت کافن جانتی ہیں

توب کون سے وقت کی منتظر ہے؟

یہی وقت تو تیرے لجے کے رنگوں سے مانوس ہے

گُل زمانہ ہے سامع ترا، میری آنکھوں کے منبر پر آ

اور زمانے کو خطبہ سنا، میرے غم کی فضیلت بیان کر



خدشہ

عارضے کے سبب

تیری آواز کی لڑکھڑاہٹ بھی ایسے ہے

جیسے غریبوں کی بستی میں

یک دم کوئی زلزلہ آئے

اور ساری بستی کو بر باد کر دے



اب بھی تم نہیں آئے

ہم پہ کیا نہیں گزرا؟ جب بھی تم نہیں آئے

و حشیوں کی، دھرتی پر ایسی کیا ضرورت تھی؟

لوگ ہی تو کافی تھے

کاٹتے تو اچھا ہیں، نوچتے تو ایسا ہیں

جانور ہیں شر مندہ

دیکھ لوا داسی پر انگلیاں اٹھائی تھیں، کتنی ذلتیں پائیں

خود ہی ہو گئے رسوا، خود ہی بن گئے مجرم

اور یہ لوگ بے چارے، حوصلہ تو کیا دیتے؟ پوچھنے نہیں آئے

لمح لمح اجڑے ہم، قطرہ قطرہ پھکلے ہم، ریزہ ریزہ بکھرے ہم

اور یہ لوگ بے چارے، آسرا تو کیا دیتے؟ دیکھنے نہیں آئے

ہم کو ایسا لگتا تھا ساری کائنات میں اک انا تھ بچہ ہے

اور بس وہی ہیں ہم

ساری کائناتوں میں جس قدر اذیت ہے بس ہماری خاطر ہے

ہم کو ایسا لگتا تھا، جب بھی تم نہیں آئے

ہم نے کتنے خط لکھے، کب نہیں بلا بھیجا؟

اپنی ایک اک مشکل، سب مصیتیں اپنی، ہم نے تم کو لکھ بھیجیں

جو تمہیں بتانا تھا، جو تمہیں بتانا تھا وہ بھی خط میں لکھ ڈالا

تم سے جو چھپانا تھا، جو تمہیں دکھانا تھا، وہ بھی خط میں ڈالا

تب بھی تم نہیں آئے

اب تو وقت کے ہاتھوں سب بدل چکا دیکھو

اب تمہاری یادوں سے دل بہل چکا دیکھو

اب تو درد کا سورج کب سے ڈھل چکا دیکھو

اب تو واسطہ بھی ہے، اب تو رکھلا بھی ہے

ہر قدم پہ منزل ہے، اب تواریخ بھی ہے

اب تو زین ہاتھوں کو جوڑ کر کھڑا بھی ہے

! اب بھی تم نہیں آئے

جانے پھر کہاں آؤ؟

جانے کس طرح آؤ؟



ہمیشہ جیتنے والے

ابھی ہم زندگی ہیں اور تمہاری جیت ہیں

یا یوں کہو کہ ہم تمہاری جیت ہی کو زندگی تسلیم کرتے ہیں

ابھی بھی وقت ہے دنیا کے اس رنگین دھوکے سے نکل آؤ

ابھی بھی ہارنے سے قبل لوٹ آؤ، ابھی ہم راہ تکتے ہیں

ہمیں لگتا نہیں تم بھی ہماری موت کا دن دیکھ پاؤ گے

اگر تم جان جاؤ

کون ہے جس نے تمہارے ہارنے سے قبل اپنی جیت تم کو داں کر ڈالی

تمہیں تاریک رستوں سے بچانے کی لیے خود کو جلاتارہ گیا

جس نے تمہارے ہونٹ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو معنی دیے

جس نے تمہاری رائیگانی کو والٹ کر قیمتی رنگوں میں رنگ ڈالا

گلی میں مانگنے والے فقیروں کو تمہاری جان کے صدقے دیے

جس نے تمہاری سمت آتے سب غنوں کو ور غلا کر دوسرا جانب روانہ کر دیا

پر تم تو ہم سے بے خبر رہنے میں ماہر ہو

یقین مانو

اگر سب جان لو تو تم بھی اپنے بازوؤں کو داکیے ہم کو تڑپ کر ڈھونڈنے نکلو

کہیں ایسا نہ ہو تم بازوؤں کو تب کہیں کھلنے کی زحمت دو

کہ جب ہم بھی گلے لگنے کے قابل ہی نہیں ہوں

اور تم اپنے آپ کو ہارا ہوا محسوس کرلو

یاد رکھنا! ہم تمہاری ہار کا دن دیکھنے آئے نہیں تھے

اس لیے ممکن نہیں تمہار جاؤ اور تمہاری ہار تکنے کو

ہمارے نین روشن ہوں



ساحرہ

تیراچو لھا جلے

تیری ساری مرادوں پہ ہر یالِ اگر رہے

یہ بتا کیا ترے علم میں ہی نہیں؟

چوڑیوں کی دکانوں پہ سب چوڑیاں ایک تیری کلائی کی خاطر ہی رکھی گئی تھیں

مگر تو نے دیکھا نہیں ہے

ہزاروں گلابوں کے گجروں میں بس ایک گجر امعطر ہوا

باقیوں کے نصیبوں میں تیری کلائی نہیں تھی، مہکتے بھی کیے

تیرے گہنے وہ پہنے / اتارے ہوئے تو سمجھی اک طرف

پر وہ سب لوگ جن کو تری روشنی مفت میں مل رہی ہے

صحابف کی حرمت کے بارے نہیں جانتے

تیری آنکھوں سے بہتی ہوئی مذہبِ عشق کی آیتیں اُن پہ کھلتیں بھی کیا وہ سمجھتے بھی کیے

یہ ہم ہیں کہ جواب تلاک تیرے پر دے کوئینے لگائے ہوئے ہیں

ہمیں تو کسی نے یہ جھوٹی خبر بھی اگر دی کہ ٹوکرچھ پریشان ہے

ہم نے سجدوں میں کتنی شیں صرف روتے ہوئے کاٹ دیں کہ تری خیر ہو

کسی نے ہمیں جب بتایا کہ اک باغ سے صرف اک پھول کو توڑتے وقت کانٹوں کے

باعث ترے ہاتھ پر اک نشاں پڑ گیا

ہم نے دنیا جہانوں کے باغات اور ان کے پھولوں کی تکریم ہی چھوڑ دی

جب کسی نے تر انام لے کر ہمیں دونوں ہاتھوں سے لوٹا تو لٹتے رہے

تجھ کو پروانہیں تو نہ ہو

پر کبھی تیری نظر میں ہماری طرف اٹھ گئیں تو بس اتنا بتانا ہمیں

آخری سانس لینے سے پہلے یہ ممکن بھی ہے؟

چار سانسیں ترے ساتھ بھی لے سکتیں؟

یا کہ پھر؟

تیرے بن آخری سانس بھی -----



محبت کی یہ ذہن

سر میلی! جب وہ پہلی مرتبہ ٹونے مجھے آواز دی تھی

اُس سے پہلے تک،

پہاڑی کے سروں سے کچھ مجھے میٹھانہ لگتا تھا

ترے ہو نٹوں سے نکلی بات کے آگے تری آواز کے آگے

بھلا اب میں پہاڑی کے سروں کو کیا سمجھتا ہوں؟

مجھے کیا علم تھا رائیش بھی جو بانسری سے ہر طرف جادو لٹاتا ہے

یہ جادو مجھ پر تیری یاد کی صورت چلے گا

اور یہ سر چڑھ کے بولے گا، مجھے مدھوش رکھے گا

تری آہٹ، ترے قدموں کی لے اور چال کی ہرتال کو،

ذا کر کے ہاتھوں کو کہیں طبلے پر جب چلتے ہوئے دیکھا تو تب سمجھا

سُریلی! تیری تو خاموشیاں بھی گیت جیسی ہیں

مرے کانوں میں ہر لمحہ تری آواز ہی کا ساز بجتا ہے

ترے اقرار کا نغمہ سنائی دیتا رہتا ہے

یہ تو، یعنی یہ مو سیقی، صد امجھ پر یو نہی طاری رہے

بس محبت کی یہ دھن جاری رہے



اب یہی وقت ہے

جب کوئی وقت و قتوں کے جھرمٹ سے باہر نکل کر اگر مہرباں ہو

تو پھر اس سے منہ پھیرنے کی سزا جانتی ہے؟

تو نے آنکھوں میں دیکھا کی کیا ہے ابھی

چند صحر؟ سمندر؟ اداسی؟ محبت؟ کتابیں؟ یا پھر موت یا زندگی؟

ایسی آنکھیں بھی کس کام کی جن میں کچھ بھی نہ ہو اور سب کچھ دکھے

وقت کی بات ہے

ٹوپہڑوں میں پازیب کھو آئی تھی

اب تک تیرے قدموں کی جھالار سے نکلی ہوئی دھن پہاڑوں کے سینوں میں بھرتی ہے

ان کا مقدار

اپنا مقدر تو بس ایک ما تم ہے بس ایک ہی سوگ ہے

جس کو اک وقت نے سارے وقوں میں بانٹا ہوا ہے

وقت کی بات ہے

میرے سگریٹ جلانے تک تیری چپ

پھر مجھے گش لگاتے ہوئے دیکھ کر وہ ترے نقل کرنے کے انداز

پھر سگر بیوں کی وہ گنتی

تراسادگی اور معصومیت کی حدیں توڑ دینا کسی وقت کے ہاتھ میں نہ بھی ہو

پھر بھی اس وقت سے (یہ جو موجود ہے) تو اگر اپنی نظریں چجائے

کسی وقت کو بھی گوارہ نہیں

وقت کی بات تھی

صرف مجھ پر ترقی پناہی واجب رہا تھا

یہاں تیری چادر کے رنگوں سے بہتی ہوئی رونقیں جو نہیں تھیں

ترے بازوؤں کی پناہیں، ترے ہاتھ کے آسرے جو نہیں تھے

جتو ہمیشہ رہی تھی جنوں ہی نہیں تھا

سکوں کی دواؤں میں اک تیری آواز جیسا سکوں جو نہیں تھا

بھی وقت ہے، اس کو تسلیم کر

اس کے کھونے سے پہلے ذرا اس کے ہونے پہ ایمان لا

مسکر اور ان سارے لمحوں کو سینے لگا

جانے کل ہونہے ہو

! آج ہے ! بس ابھی ہے ! یہی زندگی ہے

! یہی وقت ہے ! بس یہی وقت ہے



حسین ہوتم حسین رہنا

حسین ہوتم حسین رہنا

رُتیں جو بد لیں، بدل نہ جانا

اگر کہو تو تمہیں تھما دیں؟

زمین اور آسمان اپنا

لیقین اپنا گمان اپنا

نصیب اپنا جہان اپنا



کے علم ہے؟

کب ترے خوف کو علم ہے تو کسی خوف کے سامنے جھکنے والی نہیں

تیرے ڈر پہ جوابات کے جتنے انبار ہیں، یہ نہیں جانتے تو سوالی نہیں

تو نے گھڑیوں پہ چلتے ہوئے سارے وقوں کی تردید کر دی کوئی وقت بھی کیا کرے

عشق نے تیری سوچوں کو روشن کیا

تیرے لفظوں کے معنی بھی کتنے الگ ہیں انہیں لفظ خود بھی نہیں جانتے

زندگی تیرے ہونٹوں کے کھلنے سے ہے تیرے ملنے سے ہے

تیر امنا مر از ند گانی سے پہلا تعارف رہا ہے

تجھے اور کیا چاہیے

جب تری روح کی بے گھری میری نظموں کے باعث ٹھکانے لگی

مجبور یاں بھی تو آخر زمیں پر اتاری گئی ہیں

تجھے پھر بھی مجبور نظر وں سے دیکھانیں ہے کبھی

میرے ہاتھوں پر کندہ لکیریں ترے ہاتھ کی ان لکیروں سے کیسے ملیں؟

کوئی حل بھی نہیں

چاہے پھر وہ ترے ہاتھ ہٹتے نہیں ہیں مرے ہاتھ سے

اس مقدر کے ہاتھوں سے ہر روزی قتل ہوتے ہوئے لوگ ہم

تجھ کو چھوٹے ہوئے، خوف سے،

اپنے ہاتھوں کی بے چارگی پر کہیں اپنے اندر ہی اندر بہت ٹوٹنے ہیں

کہیں یہ ترالمس بھی دسترس سے پرے جائسا

تو کہاں کوئی ہاتھوں کی میت پہ ماتم کرے گا

کسے علم بس تیرے ہاتھوں میں رکھے ہوئے ہاتھ ہی زندگی جی سکیں گے

کسے علم تو ہی نہیں تو کوئی موت کیسے جیے؟



آخری بار یاد رکھو گے؟

آخری بار یاد رکھو گے؟

تم مرا اپیار یاد رکھو گے؟

میں، مجھے، میرا اپیار، یعنی تم؟ کون با اختیار؟ یعنی تم

جانتا تھا کہ اس محبت کو، ایک کمزور سی رفاقت کو

اک فسانہ بنائے کے چھوڑو گے، میری ہستی مٹا کے چھوڑو گے

جب کہا تھا کہ سکھ نہیں مجھ میں، چین ٹھہر انہیں کہیں مجھ میں

آنکھ میں آب ٹوٹ جاتا ہے، میرا ہر خواب ٹوٹ جاتا ہے

راستے سب سراب ہیں پاگل، اور کتنے عذاب ہیں پاگل

میرا ہر جرم غیر ارادی ہے، میرے سائے میں نامرادی ہے

لوگ پوچھیں گے بے کلی ہے تمہیں؟، مجھ سے پہیزہ ہی بھلی ہے تمہیں

کچھ نہیں، اب تو کچھ رہا ہی نہیں، اب میں اپنے لیے بچا ہی نہیں

جب میں خود کو ہی چھوڑ دیتا ہوں، خود کو میں خود ہی توڑ دیتا ہوں

تم کہاں تک سنjal رکھو گے؟، خود کو کب تک نڈھال رکھو گے؟

کیا تمہیں سب نہیں بتایا تھا؟، اور کب کب نہیں بتایا تھا

میرے حالات تم نہیں سمجھے، تب مری بات تم نہیں سمجھے

کر گئے پھر مراجھاں خالی

کیا ملا کر کے دل مکاں خالی؟



کس نے کہا تھا؟

کس نے کہا تھا؟

میرے جیسے شخص پہ اپنا آپ لُتا دو

میں تو خود کو خود بھی گوارہ کر نہیں سکتا

خود کی خاطر جینا تو کیا، مر نہیں سکتا

اب آرام ہے؟ تم نے آخر کر کے گوارہ دیکھ لیا ہے

میں تو اپنا آپ نہ دیکھوں، تم نے کیسے مجھ کو انسارا دیکھ لیا ہے

میرے جیسا شخص تو اپنے آپ کے ساتھ بھی رہ نہیں سکتا

اپنے آپ سے سکھ کی باتیں کہہ نہیں سکتا

لوگ تو لوگ ہیں خود کو خود بھی سہہ نہیں سکتا

تم نے میری خواہش کرہی تھی تو آخر کیسے کی؟

میں تو خود کے پاس نہیں ہوں، اپنے آپ کو راستے نہیں ہوں، کیسے تمہارے پاس آ جاتا،

تم کو کیسے راستہ آ جاتا

جس کو اجلے نہیں، اتنے پاک اور نازک دل میں سجالیں، اپنے ہاتھ میں رکھیں، سینے ساتھ
لگایں

! وہ سامان نہیں ہوں پاگل

تم بھگوان سمجھ بیٹھی تھی؟

! میں بھگوان نہیں ہوں ! پاگل



وصال ہی وصال ہے

مجھے نہیں خبر کہ تو اگر قریب ہے تو دور کون ہے؟

حسین! تیری قربتوں پے داریاں تمام دوریاں

حسین! اڑک ذرا سے سے گفتگو کروں

کہوں کہ اے حباب! ٹن

سے کے اے حباب ٹن

کبھی فراق کے عذاب ٹن

وہ لب کہ جن کی جنبشوں کا رعب ہے مرے زماں مکان پر

وہ لب کہ جن کا لمس جم چکا ہے میرے زخم کے نشان پر

سمے! تجھے کہا گیا ٹھہر تو کیوں ٹھہر سکا نہیں بتا؟

سمے! تجھے کہا ہے اب گزر تو کیوں گزر نہیں رہاتا؟

سنا نہیں! تسلیوں کے گیت جن کا اخطراب سہ نہیں سکیں

دکھا نہیں وہ صبر کے تمام خواب،

جن کے بارے اپنے آپ سے بھی کہہ نہیں سکیں

حُسین! چھوڑ اس سے کی دشمنی میں اپنا وقت کیوں عذاب سے بیاہ دیں

حُسین! دیکھ ذات دشت دشت ہے

جہاں پر تیرے قیس کے لبوں پر صرف ورد اسم یار ہے

اسے تو دشت میں کہیں جواہر دکھپڑے تو جیسے یار ہی دکھائی دے

جو اس کے کان میں ہوا کہے کہ عشق آگ ہے تو یار ہی سنائی دے

سے تو بولنا نہیں کہ کس طرح کئے گا

اے حُسین! تو ہی بول تیرا قیس کون سی دہائی دے؟

حُسین! تو قریب ہے تو اپنے دور کو مرے قریب کر

خیال کے وصال سے نکل اور اس وجود کو بتا کہ تیرے ماضیوں پر خاک ڈال دی گئی ہے

اب تو جو بھی ہے وہ حال ہے

وہ حال ہے کہ جس میں اک نہ ذرہ ملال ہے

وصال ہی وصال ہے۔۔۔



بہت کچھ ہے

وہ سارے لفظ کتنے بیش قیمت ہیں

جنہیں تیری ساعت میں اترنے کی سعادت مل چکی ہے

جو اب اجب تجھے کہنے کی خاطر کچھ نہیں ملتا

تو تیر اب خوشی سے ذرا سما مسکرا دینا بہت کچھ ہے۔۔۔

میں اکثر ان سوالوں کے نصیبوں پر بہت افسوس کرتا ہوں

جنہیں تیرے جوابوں کی طلب ہی کھاگئی ہے

کون اب سولی پہ لٹکی بات کو نیچے اتارے

جو ترے ہو نٹوں پہ نہ آنے کے باعث چل بھی ہے

اور تری آواز کو ترے ہوئے یہ جانتے کب ہیں

تری خاموشیوں سے بھی بہت الجوں، بہت لفظوں، بہت بالتوں، بہت جذبات اور جذبات
کے اظہار کی خوشبو نکلتی ہے۔۔۔۔۔

تری چپ کی کوئی تفسیر تو سمجھے۔۔۔

ترے ہو نٹوں پہ اتری مسکراہٹ کی کوئی تصویر تو دیکھے۔۔۔ کوئی تنبیہم تو سمجھے۔۔۔

حریم جاں مری خاطر تراہر بات سننا، اور سن کر مسکرانا،

مسکر اکر کچھ نہ کہنا بھی بہت کچھ ہے

ترا خاموش رہنا بھی بہت کچھ ہے



سال کی آخری نظم

عذابِ ہجر گھٹائے بغیر بیت گیا

دلوں کے رنج مٹائے بغیر بیت گیا

کسی کا ہاتھ تھمائے بغیر بیت گیا

اُسے ہمارا بتائے بغیر بیت گیا

کسی کولوٹ کے واپس بیٹیں پہ آنا تھا

اسے یہ یاد دلائے بغیر بیت گیا

یہ ہم سے قول نہ جائے بغیر بیت گیا

ہمیں یہ سال ہنسائے بغیر بیت گیا



عرض

رنج تم کو بھلے نہ ہو لیکن

میرے مرنے پر خوش نہیں ہونا



غلط فہمی

میں تو تیرے بغیر جی لوں گا

میری فرقت نہ مار ڈالے تجھے



پر دیسیوں کے لیے

ایک ایکلی جان

پر دیسی ہو بیٹھی جب سے لگتی ہے بے جان

ساون کی خوشبو

آنکھوں میں تو آ جاتے ہیں بن پوچھے آنسو

گڑیا بہت اداں

پر دیسیوں میں کب متا ہے اپنوں سا حساس

چاروں جانب سوگ

تھمارہ کے لگ جاتے ہیں دل کو کتنے روگ

چوری کی کھنکھن

پی نہ ملنے آؤیں مجھ کو، چین نہ پاوے من

بمی کالی رات

کون کرے پر دیسیوں میں مجھ سے پیاروں کی بات

چھپکا پڑ گیا مکھ

پل پل آنگن یاد آ جاوے کو سوں دور ہے سکھ

پیارا اپنا دل میں

ہم پر دل میں کو کیا کاٹیں ہم کو کاٹے پر دل میں

مولا! رکھنا شاد

پر دلیسوں میں رہ رہ آؤں اماں ابا یاد

سنبھال جاویں میں

رو رو نیر بہاویں آنکھیں پل نہ پاؤں چین

سبز رُتیں لے آ

... اللہ سائیں! اب تو مجھ کو اپنوں سے ملوا

☆

کچھ تو کہو

اُسی کی بات بتادی ہے ادا سی نے تجھے

یہ جو تو مجھ سے بہت دور ہوا جاتا ہے

سچ کہوں پھر میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکا

تیری آنکھوں کی قسم جب بھی اٹھائی میں نے

تو تو بس ایسے ہی ناراض ہوا ہے مجھ سے

تیرے ناراض رویے کے تشدد کے سبب

میرا ہر رخصم ہی ناسور ہوا جاتا ہے

یہ جو تو مجھ سے بہت دور ہوا جاتا ہے

میں نے تیری توکوئی بات نہ کی تھی اُس سے

میں تو گھل مل کے بھی اُس پر نہ کبھی کھل پایا

آرزوؤں کے ستر کتنے چھپائے میں نے

تو نے پھر مجھ کو بہ دامان دریدہ سمجھا

رات تو رات رہی اس کا گلہ کیا کرنا

مجھ کوہر دن نے بھی بس خواب گزیدہ سمجھا

ان المناک حوادث سے بھرے جیون میں

ہر شب بھر مرے ہوش زبا کاٹوں گا

اب کسی جرم کا الزام لگے یانے لگے

میں تجھے یاد تو کرنے کی سزا کاٹوں گا

کیا پتا ب میں تجھے یاد رہوں یا نہ رہوں

تجھ سے، ممکن ہے مراعکس بھی گم ہو جائے

ہو بھی سکتا ہے ترے ہاتھ انھیں میرے لیے

ہو بھی سکتا ہے کہ یوں مجھ پہ کرم ہو جائے

عالم سوگ ہے آنکھوں کو تو نم رہنے دے

یہ نہ ہو بعد میں تردید الم ہو جائے

جانے کیا بات بتا دی ہے اُداسی نے تجھے؟

یہ جو ٹو ممحن سے بہت دور ہوا جاتا ہے

ٹو یہ کیوں ہوش میں بیٹھا ہے بتا میرے 'کلیم'؟

دل تو جل جل کے مر اظور ہوا جاتا ہے



عیدِ سعید

خوش ہے تمام دہر کہ نکلا ہلاں عید

اٹکا ہے کنج لب پر مرے پھر سوالِ عید

خاموش ہو گیا مر افریاد رس تو کیا

اور اس پر پھر تجھے بھی رہے پیش و پیک تو کیا

میں تو خوشی کا گیت کبھی گا نہیں سکا

اس غمکدے میں چین کبھی آنہیں سکا

چل چھوڑا اس کر کے تجھے کیا کہاؤں گا

دنیا کے غم بھلا کے ترا غم ہی کھاؤں گا

ُگل گوں اے عنبریں اے مری جان کی پناہ

تھی حشر خیز کیا وہ تری لعل گوں نگاہ

آباد ہو سدا وہ تری پر ملال چشم

ہے اب تک بھی یاد مجھے وہ گلال چشم

(ہائے وہ لا جو نتی، وہ اک پیکر جیا)

رس گھولتی تھی کان میں اُس کی مذہر صدا

بادل ٹھہر ٹھہر کے اُسے دیکھتے بھی تھے

(شب، اُس کے بارے، تارے مجھے پوچھتے بھی تھے

عرصہ دراز بیت گلیا ب ترے بغیر

بادل گزرتے جاتے ہیں مجھ سے ملے بغیر

گل رنج و غم کو میر االاشہ بنادیا

مہجور یوں نے مجھ کو تماشا بنادیا

اب کیا ہوا وہ عشوه و ناز و ادا، فسروں؟

اے جانِ جاناں حالتِ ناساز کی سکون!

تو ہے جہاں وہاں پہ تو عید آئی ہوئی ہے

پر یاں تو فقط غم کی نوید آئی ہوئی ہے

خوشیاں جڑی ہیں تجھ سے ہی سارے جہاں کی

تو خوش ہے گر تو خوش رہے، نا بھی رہے تو کیا

تجھ کو تو دیکھ کر ہی سکوں پار ہے ہیں لوگ

چاہے خموش ہی رہے، نا بھی ہنسے تو کیا

راحت یا سکھ تو بیتے زمانے کا نام ہے

اب یہ وجود دکھ کے گھرانے کا نام ہے

میں اس ہلالِ عید پہ کیا اکتفا کروں

عیدِ سعید بس ترے آنے کا نام ہے



دواریاں نہیں مٹتیں!

عارضی محبت میں، سرسری تعلق کے

جھوٹِ موٹ وعدوں کو، توڑنا ہی اچھا ہے!

کون دل کو سمجھائے، روز رو زمٹنے سے

! دوریاں نہیں ملتیں



ہمت

مجھے اندر سے

! کتنا توڑ دیتی ہے

تری ٹوٹی ہوئی

”ہمت“



مدت بعد کسی نے دل پر ہاتھ رکھا ہے

مدت بعد کسی نے دل پر ہاتھ رکھا ہے

زخموں کو آرام ملا ہے۔۔۔

پچھی عمر کے دکھ بھی کتنے پکے اور گھرے ہوتے ہیں۔۔۔

دنیا نے تو ہنسی ہنسی میں کتنے زخم اڑاڑا لے ہیں۔۔۔

شامیں سخت اداسی والی من آنکن میں پھیل گئی ہیں

کوئی مسافر آتے آتے شاید رستہ بھول گیا ہے

دکھنے دل کو گھیر لیا ہے

خواب عجیب سراب ہوئے ہیں

تبیروں کو ٹھیس لگی ہے

آنسو سخت عذاب ہوئے ہیں

تہائی کا وار الگ ہے

اک جانب سنسار الگ ہے

اپنادل پیمار الگ ہے

جیون صحن میں دکھ کا سورج

کب سے ڈوبنا بھول گیا ہے

دھوپ دکھوں کی اتر رہی ہے

قطرہ قطرہ، ذرہ ذرہ خواہش دل کومار رہی ہے۔۔۔۔

حرست چنپا کار رہی ہے۔۔۔

روح کے اندر ہو کا عالم ڈیرہ ڈالے بیٹھ گیا ہے

ایسے میں اب مدت بعد کسی نے دل پر ہاتھ رکھا تو

زخموں کو آرام ملا ہے

دل کو اک ارمان ملا ہے۔۔

یوں لگتا ہے

دنیا سے نروان ملا ہے۔۔۔



یہ بھی تم نے ٹھیک کیا ہے

یہ بھی تم نے ٹھیک کیا ہے

سید ہے سادے سانول میرے

رستا اب بھی پہلے سا ہے، پھونک پھونک کر کیوں چلتے ہو

دیواروں پر ہاتھ رکھو ہو، میرے ہاتھ اداں ہوئے ہیں

موسم سے ناراض ہوئے ہو؟ یہ بھی تم نے ٹھیک کیا ہے

آنکھیں ہی تو چھک رہی تھیں، اب ساون کی کیا غلطی تھی؟

(اب تک سارے لفظ تمہارے (وہ جو تم نے مجھ کو بھیجے

دل کے بیچ چھپا رکھے ہیں

تم نے مجھ سے پیار کیا تھا

تاروں سے سر گوشی کر کے، چاند پر کیا لکھتے رہتے ہو؟

میں نے جتنے خط بھیج تھے، وہ تو تم نے بھاڑ دیے تھے

کیا اب چاند سے پیار کیا ہے؟

! یہ بھی تم نے ٹھیک کیا ہے!

! سہی سہی کالی رات کو پُرسہ دینے والے سانول! اب راتوں کو سو جاتے ہو

چاند تمہارے سب لفظوں کو سینے ساتھ لگائے شب بھر ہر سو تم کو ڈھونڈ رہا ہے

! اور تم اس پر سب کچھ لکھ کر... بھول گئے ہو... اچھے سانول

! تم نے مجھ سے پیار کیا تھا وہ بھی تم نے ٹھیک کیا تھا

! تم نے چاند سے پیار کیا ہے یہ بھی تم نے ٹھیک کیا ہے



مری بے گناہیوں پر

مری بے گناہیوں پر

ہیں ترے گندے کے پردے

یہاں سب کے سب ہیں منصف

یہاں سب کے سب خدا ہیں

تجھے کون پوچھتا ہے؟

یہ جو کچھ نہ جانتے ہیں

تجھے روز پوچھتے ہیں



محبت ہو

محبت ہو۔۔۔ سنہری اور بہت گھری محبت ہو

تمہارے لب الگ ہی داتاں ہیں

نین ہیں خاموش اور پر گو

سریلا جسم چاہت کے سمجھی رنگوں بھرا

تم آرزو ہو آرزو کا ورد ہو، تم حرف جیسی ہو

مرے لفظوں کی مالا میں کہیں بھی حسن ہے، تم ہو

کہیں بھی چاہتوں کا مستند کوئی حوالہ ہے تو وہ تم ہو

تمہارے خواب تکنے کے لیے دن بھر تمہیں سوچا، بہت سوچا

بہت ہی منتظر دن بھر رہے ہیں رات کے

کب شام ڈھل جائے تو ہم اپنا تھکا ہارا بدناں نرم بانہوں میں پساریں

اور خود اپنے آپ کو گھرے سنہری اور گلابوں سے بدن کی قید میں محصور کر دیں

تم ذرا کچھ لفڑ بولو، حرف ہی کہہ دو ہمارے نام کے بے شک

تھکن کو آگ لگ جائے، سکون رگ میں آن اترے

تمہیں محسوس کرتے ہیں

کوئی دکھ ہو، خوشی ہواب تمہیں ہی ساتھ پاتے ہیں

ہم اپنے سکھ میں اب کے بس تمہارا ہاتھ پاتے ہیں

تمہارے بارے میں ہم تو یہی سب کو بتاتے ہیں

کہ باطن سے ہمارے گاؤں جیسی ہو

مگر تم ظاہر آشہری محبت ہو

محبت ہو۔۔۔ سنہری،

اور بہت گہری محبت ہو



دکھ تو یہ ہے

دکھ تو یہ تھا ہماری تمہاری شناسائی کو پکھنے سمجھا گیا

دکھ تو یہ تھا کہ غزلوں میں، گیتوں میں نظموں میں کتنے ہی الزمات تھے

جو کہ دینے نہ تھے، دینے والے نہ تھے

میں نے پھر بھی دیے اور تم کو دیے۔۔۔۔

دکھ تو یہ تھا کہ تم کیوں وفادار تھے؟

(اور ہم کس لیے اتنے بیزار تھے؟) (قابلِ دار تھے)

(دکھ تو یہ تھا کہ تم نے چھپایا ہمیں (کیوں چھپایا ہمیں ؟؟؟؟)

اس زمانے سے، ظالم زمانے سے۔۔۔

ہم بے سُرے، بے سکوں، بے کلی کے نمونے

کچھ ایسے نہ تھے کہ تمہاری مقدس پنہ گاہ میں چھپتے پھرتے کبھی

دکھ تو یہ تھا کہ تم نے محبت میں کوئی کمی ہی نہ کی

پھر ہمارے نہیں ہو سکے

تم ہمارے نہیں ہو سکے

اور ہم اب کسی اور کا ہونے لا ترق رہے ہی نہیں ۔۔۔

دکھ تو یہ ہے کہ اب کوئی دکھ ہی نہیں



تم نے سچ ہی کہا

تم نے سچ ہی کہا

اب میں کچھ بھی کہوں، فرق پڑتا نہیں

میرا ہونا نہ ہوا برابر ہے اب کے تم ہمارے لیے

تم نے سچ ہی کہا

میرے ہنسنے یارو نے سے، مرنے یا جینے سے

کچھ ہونے والا نہیں

وقت نے تو ٹھہرنا نہیں

اور پچھر بھی گئے تو پچھر نے سے کب کوئی مرتا ہے اب،

کچھ بدلا نہیں

تم نے سچ ہی کہا

وقت ڈھل جاتا ہے

زخم بھر جاتے ہیں



جو تم کو یاد نہیں رہتے

جو تم کو بیاد نہیں رہتے، ہم ہوتے ہیں۔۔۔

تم آنسو آنسو کھیل کے ہنستے رہتے ہو

ہم ہنستے ہنستے پاگل نین بھگوتے ہیں

یہ کیسی پریت ہے، کیسا بندھن ہے جس کی

بنیاد میں دکھ کی بھرتی ہے

ہم دل کے چاک نہیں سیتے، ہم دل میں درد پروتے ہیں

کچھ فتح دکھوں کے بوتے ہیں

امید لگاتے ہیں دل سے اک پودا پھوٹے،

جس کی بنیادوں میں دکھ ہو،

جس پر سکھ کا پھل آئے

ہم آدھے پونے پاگل ہیں، ہم سارے کب دیوانے ہیں۔۔۔

وہ آسانی سے کھو جائے، جس کو مشکل سے پایا ہو، چپ چاپ اسے ہم کھو تے ہیں

دن اجلے اجلے اور سیہ چہروں کی بھیڑ میں کلتا ہے

ہم شب بھر روز تمہیں آوازیں دیتے ہیں

تم بھی آواز نہیں سنتے، ہم رو تے ہیں

ہم رو تو تیری یاد میں نہیں بھگوتے ہیں

پھر سو تے ہیں--



دوشی باتیں

میں نے تو پیغام تمہیں کچھ اور ہی بھیجے تھے۔۔۔۔۔

لوگوں کے ہاتھوں، گر بھیجیں ایسا تو پھر ہو جاتا ہے

اکثر باتیں اپنی اصل گنوادیتی ہیں

اکثر باتیں کھو جاتی ہیں، اکثر راہ میں رہ جاتی ہیں

کچھ مفہوم بدل لیتی ہیں

غیر ضروری باتیں تم تک پہنچ گئی ہیں

! وہی ہوا ہے

لوگوں کا کچھ دوش نہیں ہے

اپنے اپنے مطلب کو تو سارے لوگ سیانے سچ

میری توباتیں ہی شاید دو شی تھیں



وقت بھی کیا عجیب شے ہے ناں

وقت بھی کیا عجیب شے ہے ناں

ماننا ہی نہیں روایت کو

شد توں کو زوال آتا ہے

لوگ بھی ایک سے نہیں رہتے

بات گر اک جگہ سے نکل تو وہ بھی چھرے بدلتی رہتی ہے

زلف کالی گھنی، سنہری ہواں میں چاندی اُتر ہی آتی ہے

لوگ جو پیار کرنے والے ہوں ان کا شیرینیوں بھر الہجہ

رفتہ رفتہ بدلتا جاتا ہے، رنگ رُخ کا پگھلاتا جاتا ہے

اور پھر تم بھی کون ایسے ہو، جو امر ہو، سدار ہو گے تم

کب تک مجھ کو خط لکھو گے تم، ساتھ کب تک مرے ہنسو گے تم

وقت بھی کیا عجیب شے ہے ناں،

اس کو ڈھلنا ہے ڈھل ہی جائے گا، رنگ کیا کیا ہمیں دکھائے گا

تم پریشان بس نہیں ہونا

میں اگر سنگ چل نہیں پاؤں، میں اگر ساتھ رہ نہیں پاؤں

سارے الزام میرے سر لکھنا

میری مجبوریاں بھلا دینا، تم مجھے صرف بے وفا لکھنا

تم مری چاہتوں کو چاہو تو، تم مرے رابطوں کو چاہو تو

بے وفائی کی انتہا لکھنا، اور مجھ کو بہت برا لکھنا

مجھ کو لیکن یقین ہے اک دن

جب کبھی تم اُداس بیٹھو گے، جب مرے دکھ تمہیں ستائیں گے

مدتوں بعد جب مری باتیں، تم کسی اور کو سناو گے

اور کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے

آخری بات یہ کہو گے تم

وقت بھی کیا عجیب شے ہے ناں

ہونٹ دھیرے سے کپکاپائیں گے

پھر پڑ اسرار سی ہنسی آکر

ایسے ہونٹوں پہ بیٹھ جائے گی

اک نبی وقت کی بلی چڑھ کر

یونہی آنکھوں میں پھیل جائے گی



تمہیں ڈھونڈتے ہیں

اور کیا عالم وار فتنگی ہو

ہم غم دنیا سے گھبراۓ ہوئے

جب بھی روتے ہیں تمہیں ڈھونڈتے ہیں



عہدِ نار سائی میں

عہدِ نار سائی میں، خوابِ زندگی لے کر دور تک بھلتتے تھے

جانے تو تم بھی تھے

راکھ راکھ ہو کر بھی، خاک ہو کر بھی ہاتھ کچھ نہیں آتا

خواب کی مسافت ہے، ہاتھ خالی رہتے ہیں

مانے تو تم بھی تھے

اور باوجود اس کے نیند کو لٹا کر بھی

چین کو گناہ کر بھی، ہر شبِ عبادت میں، زارِ زارا کھیوں کے اشک رکھ ہتھیلی میں،

ہنچکیوں کے پھندے میں، میرا نام لے لے کر،

مجھ کو اپنے مولا سے مانگتے تو تم بھی تھے

عشق کے عقیدے میں، فہم کیا؟ فراست کیا؟ کارِ عقل کیا معنی؟

عشق کے مخالف گرلاکھ ہی دلیلیں ہوں

جس قدر حوالے ہوں، مستند نہیں ہوتے

مانگتے تو تم بھی تھے

اور ساری دنیا سے، پھر چھڑا کے دامن کو

میری ذات میں آکر، خود کو سونپ دینے کا سوچتے تو تم بھی تھے

اب کی بات چھوڑو تم۔۔۔ اب میں کچھ نہیں کہتا

کچھ نہیں کہوں گا میں، اب فقط سہوں گا میں،

کچھ گلہ نہیں تم سے،

یاد لس دلایا ہے اس طرح سے ہوتا تھا عہد نار سائی میں

اب میں کچھ نہیں کہتا۔۔۔



وہ کون چپ تھا؟

وہ کون چپ تھا؟ کہ جس کی آنکھیں جو بول اٹھتیں،

تو پھر جہاں کے سکوت سارے ہی ٹوٹ جاتے

وہ کون ایسا گل صفت تھا؟

سبک خرامی تھی ختم جس پر

وہ ہولے ہولے سے اپنے نازک قدم جو رکھتا تو گھر بناتا محبتیں کے جو گرنہ پاتے

وہ چاہتوں کی ردائیں اوڑھے جہاں ٹھہر تا تو گھر بناتا محبتیں کے جو گرنہ پاتے

نہ ٹوٹ سکتے تھے اس زمانے کی افراتفری کے موسوم میں

گمزمانے گزر گئے ہیں یہ کون چپ ہے؟ کہ جس کی چپ سے وجود گم ہے اذیتوں میں

وہ جس کے ہونے سے زندگی تھی کہاں پہ گم ہے؟

یہاں پہ ہر سواد اسیوں کا ہجوم کیوں ہے؟

نقظہ دکھوں کی لپیٹ کیوں ہے؟

از میں فسادی بنی ہوئی ہے!

یہ آسمان بھی تو چڑھا سا ہوا ہے کیونکر؟

کوئی تو جا کر کہے نال اس سے، نظر اٹھائے۔۔۔ سکوت توڑے

وہ جو بھی جیسا بھی ہے وہ بولے

وہ کون چپ تھا؟ جو اپنی آنکھوں سے بے تحاشہ ہی بولتا تھا

یہ کون چپ ہے؟ کہ جس کی آنکھوں میں رنجگوں کے عذاب ہیں بس۔۔۔



اور اک تم ہو کہ بس۔۔۔

عمر کے ویراں پلوں میں لہلا تا سرد جھوڑکا

آٹشی سا پیر ہان اوڑھے ہوئے

آتا ہے لگ جاتا ہے سینے سے

اچانک ذات کی ویرانیاں آکر اسی لمحے

نظر کے سامنے اک مشتعل انداز میں اُڈھم مجادیتی ہیں

جس کے بعد منظر خون آلودہ نظر آتا تو ہے

محسوس حد سے بھی زیادہ ہونے لگتا ہے

اور ایسے میں

وہ تعزیراتِ چاہت کا ثاثہ ہوں میں تن تنہا

میں اپنی ذات کی ویرانیوں میں

خود کو ہی آواز دیتا ہوں

اور اک تم ہو مسلسل جو
تماشا دیکھنے میں مورب ہتے ہو۔



محبت روٹھ جاتی ہے

یہ ہے اک کانچ کی گڑیا یہ گر کر ٹوٹ جاتی ہے

یہ اک لمبی مسافت سے کبھی جب لوٹ آئے تو

یہ بن کر آبلہ پاؤں کا اکثر پھوٹ جاتی ہے

تمہیں میں نے کہا بھی تھا سے مت آزما نام

کہ ایسے آzmanے سے محبت روٹھ جاتی ہے



پچی نیند سے جاگی آنکھیں

اس کی بوچھل سی دلربا آنکھیں

میری جانب کبھی جو اٹھتی ہیں

مجھ کو محسوس ہونے لگتا ہے

میر اسرا و جود و زندگی ہے

اس کی بکھل سی مسکراہٹ سے

اس کے اک نیم جاں قبسم سے



تم چلے آو

یاد کے سارے دریچے بھیگتے ہیں

بے بُسی کر لارہی ہے

راستوں پر پھیلتی جاتی اداسی بین کرتی اور بڑی معدوم سی آواز میں کر لارہی ہے

بے بُسی خود بے حسی کے گیت گاتی جا رہی ہے

کھڑکیوں پر دھول بارش کے کئی قطرے لیے خود میں کبھی کی جم گئی ہے

اور شیشور پر بناہر عکس دیتا ہے صدائیں

گھر کی بے ترتیبیاں ساری تمہیں واپس بلائے جا رہی ہیں

اور اس پرالمیہ یہ ہے کہ مجھ کو چائے وہ بھی ایک ہی کپ، خود بنانا پڑ رہی ہے۔



دسمبر 2015

جنوری ہو، فروری ہو، مارچ ہو،

یا پھر ہوں دن اپریل کے،

یا ہوں مئی یا جون، جولائی

اگست اور پھر ستمبر کے یا اکتوبر، نومبر کے

وہ ان سب میں بھی مجھ کو اُس قدر ہی یاد آتا ہے

! کہ جتنا ب دسمبر میں



کہونا یاد کرتے ہو

! انا کے دیوتا

جب شام ڈھلتی ہے تو لمبی رات کی کجلائی آنکھوں میں

ستارے جھملاتے ہیں

تمہیں میں چاند کو تکتے ہوئے بھی یاد آتا ہوں

! مگر تم کہہ نہیں پاتے کہ ہاں! تم یاد آتے ہو

چلو مانا انہیں اہم ہوتی ہیں

مگر ان سے کہیں بڑھ کر محبت اہم ہوتی ہے

چلو مانا تمہیں عادت نہیں اظہار کی، اقرار کی،

اور تم بھی محسن نقوی کی وہ نظم تھی ناجو

چلو چھوڑو، کی بس ان چند سطروں سے متاثر ہو ”

کہ جو کچھ اس طرح سے تھیں

چلو چھوڑو! محبت جھوٹ ہے ”

”عہد و فاک شغل ہے بے کار لوگوں کا

مگر اس نظم میں پہاں جو ہے اک بے بی کی اوٹ میں ٹوٹا،

تھکا ہارا بڑا ہی مضطرب اور طنزیہ لہجہ

اسے تم نے کبھی محسوس کرنے کی سعی کی نام رے جذباب کو سمجھا

مجھے معلوم ہے تم کو محبت ہے مگر تم کہہ نہیں سکتے

انا کے دیوتا! میں جانتا ہوں ان کی باتیں

مگر چھوٹی سی یہ خواہش مجھے ترپائے رکھتی ہے کہ تم بھی تو

کبھی اپنی اناکابت گراو

وہ سبھی باتیں ذرا شیریں سے لجھے میں سناؤ

وہ سبھی باتیں جنھیں تم کہہ نہیں پائے

جنھیں تم کہہ نہیں سکتے

بچے معلوم ہے کہ میں تمہیں بے چینیوں کی شدتوں میں

حد سے بڑھ کر یاد آتا ہوں مگر تم اب ہلا تو

مری ان رنجگوں کی مٹھیوں میں قید آ گھوں میں

!! تم اپنی ڈال کر آ نکھیں ذرا اک بار دیکھو تو

کہو کس واسطے جذبوں کا اپنے خون کرتے ہو

بھلا کیوں رو ند تے ہو پاؤں میں ایسے گلِ خوابِ محبت کو

تمہیں ملتا ہی کیا ہے درد سے مجھ کو سدا منسوب رکھنے میں

اناکو اوڑھ کر تم کس لیے یہ خواہشیں اور حسرتیں بر باد کرتے ہو

کہونا یاد کرتے ہو ---



بے شمار لوگوں میں

بے شمار لوگوں میں

مت شمار ہو جانا

مت ہماری آنکھوں کا

انتظار ہو جانا

ایک انجام لو

تم مری محبت کا

اعتبار ہو جانا

تم بھلے عقیدہ ہو، ہو مگر محبت کا

بس طرح سے میں چاہوں

اختیار ہو جانا

بے شمار لوگوں میں

مت ثمار ہو جانا



مان جایا کرتے ہیں

اس طرح نہیں کرتے، مان جایا کرتے ہیں

خواب خواب آنکھوں کو رومند تے نہیں ہیں ناں

مان جایا کرتے ہیں

عمر قید کا مجرم بھر کی اذیت سے دیر تک نہیں ڈرتا

آب رو چلی جائے لوٹ کر نہیں آتی

بے بسی پلٹ آئے توڑتاڑ دیتی ہے

اور بے کلی دل کو، لے کے اپنی مٹھی میں

ایوں جنجنھوڑ لیتی ہے! رگ نچوڑ لیتی ہے!

اور جب مچھڑ جائیں دیکھتے نہیں مر کر

ورنہ اے نشاطِ من! اے مری حرمیم جاں

آنکھ پھوٹ جاتی ہے، خواب ٹوٹ جاتے ہیں

اور جن کو مانا ہو ٹھیک سے نہیں ملتے!

درد پھر نہیں سلتے!

اور جینا مرنا بھی ایک بار کافی ہے

اروزِ جی نہیں اٹھتے، روز تو نہیں مرتے

مان جایا کرتے ہیں!

اس طرح نہیں کرتے!



ُن مرے اسیر اُن

ُن مرے اسیر اُن

خواب ٹوٹ جانے سے، خواب مرنہیں جاتے

آگ کی محبت میں ہاتھ جل بھی جائیں تو

درد ٹھہر سکتا ہے پر نشاں نہیں جاتے

ُن مرے فقیر اُن

رات کے اجائے لوگ، چاند چہرے والے لوگ

روشنی میں کھو جائیں پھر کبھی نہیں ملتے

درد کے امیر اُن، ضبط کے سفیر اُن

ہاتھ کے ملانے سے یا گل لگانے سے

رابطہ تور ہتا ہے روح مل نہیں جاتی

اور پھر پرانے لوگ، شام سے سہانے لوگ

یاد نہ بھی آتے ہوں بھول تو نہیں جاتے

اے مرے اسیر اُن، مُن مرے فقیر اُن



درویش صفت میرے!

درویش صفت میرے! بر باد طبیعت میں

انبار اداہی کے ایسے ہیں لگے جیسے

شہتوت کے پیڑوں پر شہتوت لکھتے ہیں

یہ روح دریدہ ہے، بکھری ہوئی سوچیں ہیں

مرہم کی ضرورت ہے، مرہم تو گا جاؤ

ہر سوچ سلچھ جائے، پیوند لگا جاؤ

یہ روح تمہاری ہے، ہر زخم تمہارا ہے

اے حرفِ سکوں میرے!

درویش صفت میرے!



دیکھو میں نے بات تمہاری مانی ہے

ان آنکھوں میں ہجر کہیں آباد کیا

دن میں قید کیا شب میں آزاد کیا

ساری عمر تمہارے نام لگاڑائی

عمر کے اک اک لمحے نے برباد کیا

اب سانسوں میں دور تک ویرانی ہے

دیکھو میں نے بات تمہاری مانی ہے---

تم نے کہا تھا خوش رہنا، خوش رہتا ہوں

تم نے کہا تھا پس دینا، پس دیتا ہوں

اور کوئی گر میرے بارے پوچھے تو

تم نے کہا تھا چپ رہنا، چپ رہتا ہوں

پھر بھی مجھ پر اک دکھ کی سلطانی ہے

دیکھو میں نے بات تمہاری مانی ہے---

اب بھی ہے معمول وہی، دن، رات وہی

دکھ بھی، دکھ کا طول وہی، اور ذات وہی

اب بھی اکثر تم پر نظیمیں کہتا ہوں

اب بھی خود سے کرتا ہوں اک بات وہی

چہرہ تازہ ہے، تصویر پر انی ہے

دیکھو میں نے بات تمہاری مانی ہے۔۔۔

دکھ دردوں کی محفلِ خوب سجا تا ہوں

دکھ سہہ کر اب میں درد بنا تا ہوں

دبوروں کے آنسو بہنے لگتے ہیں

ایسے آنکھ میں بھر کر پانی لاتا ہوں

اب تہائی بھی میری دیوانی ہے

دیکھو میں نے بات تمہاری مانی ہے ---



میں تم پر نظم لکھوں گا

میں تم پر نظم لکھوں گا

جسے دنیا سنے گی، اور لے میں گئنائے گی مگر فرصت تو ملنے دو

!سلوٽی

دیدہ ہے جیراں، پریشان بھی ہے یکسر اور نالاں بھی!

محبت کے سوا کتنے بکھیرے ہیں جہاں میں

جن کو تہاں جھیلنا پڑتا ہے جن سے رخ تو پھیرا جانہیں سکتا

سلوونی! گر تمہاری ان گھنی زلفوں سے میں اب کھیل نہ پایا۔۔۔

! تو مجھ کو بخش دینا تم

یہاں آسودگی کی قحط سالی ہے

یہاں بستی کے ہر اک موڑ پر مقتل سجا ہے

خواہشوں اور حسرتوں کا روز قتل عام ہوتا ہے

یہاں سرکار گوگنگی ہے یہاں قانون انداھا ہے

کسی مجبور نے بچ کی اپنے فیس بھرنی تھی مگر وہ بھر نہیں پایا۔۔۔

کوئی نادار بھی بیٹی کو رخصت کرنے والا تھا مگر ناگھر میں دانے تھے نہ کملے ہی سیانے

تھے۔۔۔

مجھے گلیوں میں اکثر کھیلتے وہ صاف دل والے

مگر میلے کھیلے، اور بہت ادھرے ہوئے ملبوس میں موجود ننگے نونہالوں کے

اخوشی تقسیم کرتے کھکھلاتے قہقہے بھی بین لگتے ہیں

انہیں یہ کون بتائے کہ ان گلیوں کے کھیلوں میں ڈھکی خوشیاں جو ہیں وہ عارضی ہیں

اور پھر اس کھیل سے آگے انہیں احساسِ محرومی ستائے گا۔۔۔

بڑے مہنگے، بڑے رنگیں افرگنی کسی محمل کے بستر پر اے محواستراحت میری محبوبہ

مرے دل میں یہ خواہش ہے کہ میں ان صافِ دل والے

گلی میں کھیلتے میلے کھیلے اور ملبوس دریدہ میں ڈھکے بچوں کے دل میں

ازندگی کے رنگ بھر ڈالوں

انہیں بھی زندگی جینے کا ڈھب آئے

انہیں بھی خواہشوں کو قتل ہونے سے بچانے کا سلیقہ ہو

سلوونی! ہاں مجھے تم سے محبت ہے مجھے تم اچھی لگتی ہو

مگر مجھ کو کسی کی زندگی میں کوئی محرومی،

کوئی رتی برابر بھی کمی اچھی نہیں لگتی۔

مجھے ان بے کسوں اور بے مسوں کے نرم سینوں میں غمی اچھی نہیں لگتی۔۔۔

کسی آئی کی آنکھوں میں نمی اچھی نہیں لگتی۔

نہیں معلوم میں کیسے تن تہا کروں گا

مجھ سے روشن اک دیا ہو پائے گا بھی یا نہیں

لیکن مجھے اب اس ڈگر پہ چلتے جانا ہے

سلوونی! اس لیے گر اب تمہاری ان غزال آنکھوں کو میں یوں ٹکٹکی باندھے ہوئے

(جیسے کہ پہلے دیکھتا تھا)

دیکھ نہ پایا تو مجھ کو بخش دینا تم

سلوونی! دیکھ لو اب اس جہاں میں اک محبت کے علاوہ بھی بکھیرے ہیں،

بڑے صدمے ہیں اور اتنے جھمیلے ہیں

کہ اب ان سے اگر فرصت کبھی مجھ کو ملی

تو پھر میں تم پر نظم لکھوں گا

جسے دیانتے گی، اور لے میں گنگناۓ گی

مگر اس بار تم یہ نظم پڑھ لینا

کہ یہ نوحہ بھی میری ذات میں پیوست ہے

مجھ سے جڑا ہے

اور اسے تم اس طرح محسوس کرنا

! جس طرح سے میں محبت کے علاوہ بھی کئی دکھ ہیں جنہیں محسوس کرتا ہوں



کیسے نین ملائیں تم سے؟

گھر کے دروازے پر پھیلی بیل پر لکھی باتیں

بوسیدہ سی ایک محبت، اُک بے نام ادا سی

میں تو اب بھی تکتا ہوں، والان تمہارے گھر کا

بھورے رنگ کا دروازہ بھی سیکھ گیا چپ رہنا

ساون تو بس دھول میں پٹی یادیں دھونے آئے

آنکھوں میں برسات بھگو دیتی ہے منظر سارے

اور وہ اجر جرا اسما گھر نین چرائے ہم سے

بات کرے نہ بیری لیکن من میں آگ لگائے

اویکھو وہ جو ہار گیا تھا ہم سے، جیت گیا ہے

بالکنی میں تم کو دیکھے عرصہ بیت گلیا ہے



تم سمجھ نہیں سکتے

آرزو کی مٹھی میں چاہتیں مقید ہیں،

بے ثبات جذبے ہیں

ہم یہ سنتے آئے ہیں

اس طرح کے کاموں میں مصلحت ہی ہوتی ہے

تم سمجھ نہیں سکتے

دل کی سرز مینوں میں بارہا یہ دیکھا ہے

اژدھام غم آکر مر قدِ محبت پر

ڈھول جب بجاتا ہے، ٹیس اٹھنے لگتی ہے،

آنسوؤں کی جھانجہر کو پہن اپنے پیروں میں رقص کرنے لگتی ہے،

ضبط ٹوٹ جاتا ہے

تم سمجھ نہیں سکتے

دیکھ لوا داسی پر انگلیاں اٹھاتے ہیں لوگ شہروالے اب

تار تار جذبے ہیں، بے قرار سانسیں ہیں

پاک سی محبت کو رومند تے ہیں پیروں میں لوگ شہروالے اب

یہ وباۓ نفرت ہے چھپلیتی ہی جاتی ہے

شوہ سے سجا تے ہیں اپنے دل کے مندر میں لوگ شہروالے اب

تم سمجھ نہیں سکتے۔

ربط کیا، عداوت کیا؟ مغلی، امارت کیا؟

ضابطوں کی پابندی، قاعدوں کی حاجت کیا؟

ایک کاسہءِ مجبور، شاہ کی سخاوت کیا؟

بر ملامحت کیا؟ بے سبب عقیدت کیا؟

غارضوں کے گھرے میں بے سکون لالی کیا؟

بکھرے بکھرے بالوں میں بے گلی کی میت کیا؟

زین ایک مدت سے ہم سمجھ نہیں پائے

تم کہاں سے سمجھو گے؟



اکثر ایسا ہو جاتا ہے

آن سوراہ بھٹک جاتے ہیں

آنکھیں بن بر ہو جاتی ہیں

پسندیدہ مردہ ہو جاتے ہیں

نیندیں ماتم کر لیتی ہیں

اکثر ایسا ہو جاتا ہے

بھولی بسری یادیں آکر

دل میں درد گاہیتی ہیں

روح کو زخم لگادیتی ہیں

بے چینی کے اس عالم میں

ساری رات گزر جاتی ہے

آنکھیں سرخ رہا کرتی ہیں

سر میں درد رہا کرتا ہے

اکثر ایسا ہو جاتا ہے



آمیں

آمیں اس طرح کہ

بچوڑا ہمارا ملن دیکھ کر روپڑے

آمیں اور جدائی کو ناراض کر دیں

مرے محروم

آمیں--!



” دیواروں سے باتیں کرنا چھالگتا ہے ”

بات سنو! یوں چپ مت بیٹھو

دیواروں سے لگ کر رونا

آنکھیں پتھر ہو جانے سے کتنا بہتر ہوتا ہے ناں۔۔۔

پکھنا پکھ تو بولو چندرا

کیا میں آنکھیں پتھر ہونے سے پہلے دیوار سے لگ کر

آج کسی کی یاد میں رو لوں؟

کیا یہ چپ چپ دیواریں بھی آنسو پوچھنا جان گئیں ہیں؟

اب یہ دکھ سکھ بانتیں گی ناں؟



سنواے مضطرب میرے

سنواے مضطرب میرے

اگر جنگل اداسی کا گھنارستے میں آجائے تو پھر ڈنائیں اس سے

لباسِ خون آکو دہ پہ اب کوئی بھروسہ بھی نہیں کرتا

تمہارے خط بڑے شاداب تھے کچھ

مگر پھر بھی انہیں پڑھتا نہیں تھا میں

کہیں تم آنکھ سے بہہ بہہ کے اپنا عکس ہی نہ توڑا لو خود

فقط اس واسطے میں نے جلاڑا لے تمہارے خط

مگر اے مضطرب میرے

تمہیں اس ذات کے سارے حوالوں سے ابھی کٹنا نہیں تھا چاہیے

کیونکہ وہ جب چاہے، جہاں چاہے، جسے چاہے

ملادے اس کو قدرت ہے

مری آوارگی کے سخت پیاسے دشت کے اس آخری کونے میں اے بیتے ہوئے چشمے

مرے اے مضطرب اے میرے پُر مردہ

تھی شکوہ کروں سے کہ جب وہ دوست ہو جائے

اسے کب دیر لگتی ہے

کہ وہ بس کُن ہی کہتا ہے

اسے بس کُن ہی کہنا ہے۔۔۔۔



MISTAKE

تم تہا جو سگ چلے تھے دنیا کے

چیچے مڑ کر تم نے دیکھا ہی کب تھا

لہوں میں بھی آلتا ہٹ چھوڑ آئے تھے

اپنوں سے رُنی بھر دوڑی کیا معنی؟

میرے کمرے میں بے چینی کا ڈھولک

تک دھن تک دھن تک دھنادھن بجتا ہے

اس پر رقص اس تہائی تھیا تھیا

اور تماشا میرے ٹوٹے خوابوں کا

اور تمہاری تعبیروں کی تصویریں

چھوڑو! اب یہ باتیں تم سے کیا کرنی

اب خود ٹوٹے تو حساس ہوا ہے ناں

کس نے تھاما تھ ذرا بتلاؤ تو

کس نے آن لگایا اپنے سینے سے

کتنا میں تم کو سمجھایا کرتا تھا

اپنے ہی بس اپنے ہوتے ہیں آخر

تب میری باتیں بے کار سمجھتے تھے

اب رو تے رہنے سے کیا ہو گا پاگل؟

یہ تو تم نے پہلے سوچا ہوتا تھا!

اتم نے مجھ کو غیر ضروری سمجھا تھا



آمیں اس طرح

او مرے اجبی،

آمیں!

اس طرح کہ نظامِ ملن

لپنی آسودگی کے مرا حل سبھی چھوڑ کر دیکھنے لگ پڑے

دو محبت کے مارے ہوؤں کو۔

ملیں اس طرح جس طرح ڈار سے دو پرندے مچھڑ کر اپانک ملیں ایک ایسی جگہ

جس جگہ جسم کی قید سے پھر رہائی کا وقتِ غضب ناک بختوں سے باہر نکل کر

سوگت میں ان کے کھڑا ہو۔۔۔

کہ پھر اس سے آگے فقط روح کے مرحلے ہی کا آغاز ہو۔۔۔

جس طرح سے زمین کا کوئی آخری ایک کونہ ملے آسمان سے

یا پھر جس طرح سے کوئی اور ملتا نہ ہو

اک فنا کی طرف ہے روایا یہ جہاں

اس جہاں کے جھمیلوں سے دامن بچا کے

ٹو آ تو سہی

او مرے اجنبی آ ملیں ۔۔۔ اور ملتے رہیں

اس طرح کہ جدا ہی کا اپنا مقدر ہمیں دیکھ کر روپڑے

ا! ایک مدت سے بچڑے ہوئے سانوا!

آ ملیں ۔۔۔ !



میں سر اپا عشق ہوں محماں

میں اسیر ہوں

میں اسیر زلفِ دراز ہوں

میں فقیر ہوں

میں فقیر شاہِ نجف ہوں طبیبہ کی خاک ہوں

میں نشیبِ حسرتِ دید ہوں

میں فرازِ عشق کاراز ہوں

مرے محماں!

میں محبتوں کی صد اقوٰں کا لقین ہوں

کہیں مددوں سے میں یوں ہی گوشہ نشین ہوں

میں مکانِ فکر ہوں محماں

کہیں عاشقی کی زمین ہوں

مجھے آئینے نے بتا دیا میں حسین ہوں ۔۔۔

میں وجودِ ضبطِ طویل ہوں

میں ادا سیوں کا کمین ہوں

مرے محروم میں عجیب سا، مری بات بات عجیب سی

مرے دن عجیب سے رنگ کے، مری رات رات عجیب سی

میں نوائے شام فراق ہوں

میں نہایت اوپھی اڑان ہوں

کہیں شاعری کی زبان ہوں

میں کہیں کہیں پہ گمان ہوں

میں سرو برو جد وصال ہوں

میں عقید توں کا نشان ہوں!

میں کسی کے خواب میں پھیلتا ہوا شہر ہوں

میں مٹھاں لجھے عیاد یار کا زہر ہوں

میں نشاطِ وصل حبیب ہوں

میں مریضِ عشق ہوں محram کہ میں آپ اپنا طبیب ہوں

میں، غنوں کے سینہِ عجاوداں میں جو گڑگئی وہ صلیب ہوں

میں ہوں دستر س میں کسی کی پرکسی اور کامیں نصیب ہوں

میں اداسیوں کا خطیب ہوں

نہ میں دور ہوں نہ قریب ہوں، میں عجیب ہوں

! مرے محram!

میں محبتوں کی اساس ہوں

کسی شہر میں کسی اور شہر کو راس ہوں

کہیں عام ہوں کہیں خاص ہوں

میں سنہرے دشت کی پیاس ہوں

مرے محروم میں لباس ہوں، میں لباسِ حسنِ مجاز ہوں

کہیں سوز ہوں کہیں ساز ہوں

میں محبتوں میں چھپا ہو اکوئی ایک سوز و گداز ہوں

میں کسی غزل کی ردیف ہوں، کسی نظم کی میں حیات ہوں

مرے محروم، مرے رازدار!

میں سر اپا عشق کی بات ہوں ---



اداس ہو گئی نظر

اداس ہو گئی نظر

کہ مدتوں سے دیکھنے کو پھول پھول، ڈالیاں، کلی کلی ترس گئی

جو حسرتِ وصال تھی

وہ آنکھ سے کچھ اس طرح برس گئی کہ کیا کہیں

حدودِ ضبط سے پرے خیال آبرو نہیں، کمال جتو نہیں

مگر یہ زعم ہے وہاں ہزارہا، کروڑہا، یہ شکر ہے، زمین دل اجڑگئی تو کیا ہوا

ابھی یہ بے نمو نہیں

!! اے خواہشوں کے، حسرتوں کی وادیوں کے دیوتا

اداں ہو گئی نظر ---



انہیں ملے ناں

تمہیں کہا تھا کہ پاس رہنا

کوئی بھی رُت ہو، کوئی بھی موسم

اگر فلک سے کبھی جو مجھ پر ان آفتوں کے پہاڑوں میں

توراں رہنا

تمہیں کہا تھا ناں پاس رہنا

یہ کیا کیا ہے؟

کسی کی باتوں آگئے ناں، کسی کی مرضی ہی مان لی ناں

تمہیں کہا تھا جو تم نہ ہو گے تو روپڑیں گے

ہمیں سمیٹے گا کون آکر چنے گا آنکھوں سے کون آنسو

بہت کہا تھا، بہت زیادہ تمہیں کہا تھا

! کہ مان تھا ناں

جو مان توڑا یا آپ ٹوٹا

تمہیں کہا تھا کہ روپڑیں گے سور روپڑے ناں--

بہت دنوں سے اداں ہیں ہم

انہیں ملے تھے

انہیں ملے ناں



زندگی

یہ زندگی، یہ عام زندگی، قرار زندگی پکار زندگی، نگار خانہ، مراد اور فشار زندگی،

بہار زندگی، خزاں کی رُت پھر اس کے بعد پھر کہیں سدا بہار زندگی

مگر اداسیوں کے اشہب سیاہ پر یہاں سوار زندگی، بڑی ہی بے قرار زندگی،

قطار زندگی، یہ تار تار زندگی مگر کہیں پہ کم کہیں کہیں پہ بے شمار زندگی

حصار زندگی، وہ عارضی سے ایک جسم میں، کہیں پہ قید مدتیں سے اشکبار زندگی

کہیں پہ آرزو کی لہاہاتی آبشار اور کہیں پہ بے پناہ درد کا خمار زندگی

ملاں زندگی بڑی ہی پر ملاں زندگی، کمال جستجو پہ آہوئی نڈھال زندگی

سنا رہی ہے کب سے اک فسانہ نشاط جاں، کہ لگ رہی ہے اب تو بس کوئی وباں زندگی

پر ندگی کہوں کہ پھر درندگی اسے کہوں کہ دے کے طاقتِ اڑان، کاٹ کر یہ بال و پر

یہ ہم سے پوچھتی نہیں ہے حال چال زندگی

کہیں پہ کوئی فیصلہ ابھی تک نہ ہو سکا کہ لا جواب ہے یا پھر فقط سوال زندگی

کسی کی چاہتوں کی بے بسی سمجھ نہیں سکی، ہے بے حسی کی قید میں بھی شرمسار زندگی

یہ رنج رنج چاہتیں، الٰم الٰم محبتیں، یہ بے سب عداوتیں، نگاہ کی وضاحتیں

عذاب بے کلی رگوں میں اس طرح اتر گیا کہ بے لگام حرمتیں، ہے بے مہار بندگی

کہیں خطاب ہے کہیں پہ ہے خلیب زندگی کہیں صلیب پر لٹک گئی عجیب زندگی

کچھ اس طرح سے خوشی کا ڈھل گیا عزیزِ من، کہ صرف غم دوام شد، یہ زندگی تمام شد



خط

سلام عرض ہے جنابِ من !

میں جھوٹ بولتا نہیں مگر،

میں ٹھیک ہوں میں خیریت سے ہوں

اب آپ کی بھی خیریت کا خط ملے تو جان پاؤں آپ ٹھیک ہیں، مزے میں ہیں،

یہ جانتے ہوئے کہ خیریت کا خط کبھی نہیں لکھیں گے آپ !

اور جانتے ہوئے کہ آپ خیریت سے ہیں، مزے میں ہیں

! مگر میں پھر بھی منتظر ہوں اور منتظر ہوں گا جانے کب تک

میں جھوٹ بولتا نہیں مگر،

میں مضطرب نہیں، میں غم زدہ نہیں، یہ بے کلی مجھے ستانہیں رہی

یہ بے بھی میرے پاس آ نہیں رہی

طبیعت اب بڑی ہی پر سکون ہے،

رگوں میں خون کی جگہ قرار دوڑتا ہے اب

مجھے تو کوئی رات یاد ہی نہیں

وہ یاد ہے ناں آپ کو کہ جب اداس ہو کے میرا نام کتنی بار لے کے مجھ سے آپ پوچھتے
تھے کیا کرو گے میرے بن؟

اگر تمہیں ملوں نہیں؟

اگر تمہیں دکھوں نہیں؟

تو دل کی بات کس کے پاس جا کے تم سناؤ گے؟

مری طرح سے کون نام لے گا اس طرح؟

مجھے تواب کوئی بھی بات یاد ہی نہیں!

جنابِ من! عزیزِ جاں

گلی میں چلتے چلتے کل، نہ جانے کس خیال میں چلا گیا تھا دور تک

بڑا حسیں خیال تھا

حقیقتاً فراق ہے، خیال میں وصال تھا مگر وہ با کمال تھا

میں اس قدر کسی خیال میں مگن ہوا کہ راستوں سے بے خبر بڑی ہی دور تک چلا

بڑی ہی دیر تک چلا کہ پھر حواس کی جوبے شمار ٹھوکریں لگیں تو گرپڑا

بڑی بڑی طرح گرا

گلی بھی سوچتی تو ہو گی کیا عجیب شخص ہے

! مگر خیال میں وہ آپ تو نہیں تھے اے جناب من

میں جھوٹ بولتا نہیں مگر کبھی کبھی -----

میں جانتا ہوں مجھ کو خط نہیں لکھیں گے آپ

پھر بھی جانے کس لیے یہ لکھ رہا ہوں آپ کو

میں یہ بھی جانتا ہوں میرا خط کبھی نہیں ملے گا آپ کو

میں آپ کو کبھی یہ بھیج پاؤں گا نہیں

کہ میں تو جھوٹ بولتا نہیں تو پھر یہ خط بھی کیوں ؟؟؟

جنابِ من! عزیزِ من!

سلامتی، دعائیں۔۔۔

والسلام



ملکہ عالیہ

وہ تھی کون اک ملکہ عالیہ،

دل محل میں سچے تخت پر

جو کہ مر جان، یاقوت، موئی، زمرد، عقین یمن سے جڑے تخت سے بھی حسین تھا

وہ مند نشیں تھی ۔۔۔۔

وہ پہنے ہوئے پریم کا تاج سر پر

لبوں سے لٹا قری رہی تھی جواہر محبت کے احساس میں جو بندھے تھے

وہ تھی کون ایسی کہ جس کی نگاہوں کا منزہ بدن توڑ دیتا تھا

وہ جس کے گالوں کا لبس سانو لاپن ہی محشر اٹھانے کی خاطر بہت تھا

وہ تھی کون جس کی ہر اک بات میٹھی تھی،

وہ دل گدازی کی حد سے سوا تھی

وہ نحی کون ایسی کہ اب جو نہیں ہے تو گلتا ہے کچھ بھی نہیں ہے

یہاں بھی، وہاں بھی، کہیں بھی مکاں میں، کہیں لا مکان میں

وہ تھی کون آغاز تھی جو کہ انجمام ہے اب

وہ تھی کون جس کے لیے لفظ شرمندہ شرمندہ سے ہیں ابھی جو کبھی بھی نہیں تھے

مگر اب تو آپ نداست بہانا بھی بے شود ہے

وہ جو تھی ملکہ عالیہ

دل محل کی مکیں

اب کہیں بھی نہیں ہے

مگر دل محل بھی تو اب اک گھنڈر میں ہی تبدیل سا ہو چکا ہے

فقط اس کے ہونے سے میں بادشاہ تھا

اور اس کی محبت کے سر سبز باغات،

اس کی سبھی کائناتوں کا بھی اور سبھی موسموں کا بھی میں بادشاہ تھا

مگر اب نہیں ہوں ۔۔۔

نہیں ہوں ۔۔۔

میں کچھ بھی نہیں ہوں ۔۔۔



ملو مجھ سے

ا! ملو مجھ سے، کہ مدت سے نہیں دیکھا تمہیں میں نے

تمہیں سوچا بہت ہے پر تمہارا سامنا کرنے کی حاجت ہے

تمہارے سامنے اک بار پھر خاموش رہ کر چینخا ہے اور تمہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں

بھی اک بات کہنی ہے

مجھے اب بھی محبت ہے

ا! ملو مجھ سے

مجھے اک بار پھر سے پوچھنا ہے

کون سے انداز میں بالوں کو گنگھی سے بناؤں جس سے میں اچھالگوں تم کو

مجھے اک بار پھر سے پوچھنا ہے

کیا تمہیں میں یاد آتا ہوں؟

مجھے یہ پوچھنا ہے کیا ہوا اُس ڈائری کا جس میں میرے شعر لکھتے تھے

! تمہیں سب یاد تھے نال

کیا تمہیں وہ یاد ہیں اب بھی؟

تمہیں مل کر مجھے خود آپ اپنی ذات سے ملتا ہے

خود سے پھر تمہارے بارے میں، میں نے ضروری بات کرنی ہے

تمہارے نام میں نے پھر سے اپنی ذات کرنی ہے

ملو مجھ سے،

? کہ مدت سے نہیں دیکھا تمہیں میں نے



ملو مجھ سے

ملو مجھ سے

نگاہوں کے اشاروں سے پرے ہو کر

گلوں سے اور بہاروں سے پرے ہو کر

کسی بے چین دریا کے کناروں سے پرے ہو کر

ان آنکھوں سے نکتی آبشاروں سے پرے ہو کر

ہمارے دل میں پھیلے اک گھنے غم کے سیہ جگل میں بکھری،

درد کے پیڑوں کی شانخوں

اور رستوں میں کہیں بکھرے پڑے ان سخت خاروں سے پرے ہو کر،

ملو مجھ سے

خساروں سے پرے ہو کر

اکیلے تم، اکیلا میں

ملو مجھ سے

ہزاروں سے پرے ہو کر

ز میں کی و سعتوں محدود ہیں

پھر بھی جدائی کیوں نگاہیں چھڑ کر تکنے لگی ہے رہگز رائیسے

کہ جیسے آسمانوں میں بھی اک پھیلی ہوئی ایسی جدائی ہے

مسلسل جو ہمیں باور کرتی ہے کہ جیسے لامکاں کی و سعتوں میں بھی نہیں ممکن تمہیں ملتا

تمہیں ملنے کی خاطر آسرے کی سخت حاجت ہے

مگر میں تم سے کہتا ہوں

کوئی بھی آسرے لے کر کسی محتاج لمح کی کسی ٹوٹی ہوئی ساعت میں اب تم سے نہیں ملتا۔

مگر تم جس قدر چاہو، جہاں چاہو

ملو مجھ سے

مگر دمکھو،

شہاروں سے پروے ہو کر



ملوک سے

اسے چاہو تو میری آخری خواہش سمجھ لو



ملوک سے



ملوک سے

مجھے معلوم ہے مجور ہو

مجور ہو

میری حدود سے دور ہو

یا پھر

کسی بھی کام میں مصروف ہو

تم مل نہیں سکتے

مگر پھر بھی

گزارش ہے

ملو مجھ سے!



ملو مجھ سے

ملو مجھ سے کہ بے ترتیب ہوں ترتیب دے جاؤ

ملو مجھ سے کہ میرا جسم بھی اب سرد ہے سانسیں رکی پیں

آواز جذبات کی حدت سے میری روح میں

اک روح کو تخلیل کر دو اور محبت کی اس آمیزش سے میری سانس کو تحریک دے جاؤ!

ملو مجھ سے کہ لکھنا ہے تمہیں میں نے

خود اپنے دل کے صفوں پر غزل کی شکل میں یا پھر کسی بھی نظم کی صورت

کہ جس کی بحر بھی تم ہو

ملو مجھ سے کہ دانستہ تمہی سے روٹھ کر میں نے تمہیں اتنا منانا ہے کہ پھر تم روٹھ نہ پاؤ کبھی
مجھ سے!

یہ بے ترتیبیاں میری

مجھے اک ناگ کی مانند ڈستی پیں

بڑا نقصان کرتی ہیں

مری رگ رگ میں اتنا زہر بھرتی ہیں

کہ جس کے درد سے پھر روح کی آہ و بالا سونے نہیں دیتی،

میں روناچا ہتا ہوں یہ مجھے رونے نہیں دیتی!

میں بے ترتیب ہوں اتنا کہ بے ترتیبیاں میری

تمہیں آواز دیتی ہیں

ترتیبی ہیں تمہارا نام لیتی ہیں

سکتی ہیں تمہیں واپس بلاتی ہیں

کہ لوٹ آؤ!

ملو مجھ سے میں بے ترتیب ہوں ترتیب دے جاؤ!

ملو مجھ سے!



ملو مجھ سے

ملو مجھ سے کہ مجھ سے اب کوئی ملتا نہیں ویسے

کہ جیسے تم ملے مجھ سے

ملو مجھ سے کہ بے چینی نہیں جاتی

سنائی دینے لگتی ہیں مجھے خاموشیاں ایسے

کہ جیسے دل کی دھڑکن سانس کے کلکڑوں سے مل کر

بے سروپا اور اک بے ضابطہ ترتیب سے بس شور کرتی ہو

ملو مجھ سے کہ اب راتیں عجب سرگوشیاں کرتی ہیں مجھ سے

اور کچھ ایسی عجب باتیں سناتی ہیں

جنہیں میں سن تو لیتا ہوں

گر سہتے ہوئے کانوں سے اتنا خون رستا ہے

کہ مقتل گاہ کا منظر سابق جاتی ہیں آنکھیں بھی

جگر کے پار سے بھی درد کی آواز آتی ہے

تمہیں میں یاد کرتا ہوں

میں سب کچھ بھول کر اک بس تمہیں، ہی یاد کرتا ہوں

مگر کب تک، کہاں تک اور پھر کیسے سہوں سب کچھ تمہارے بن

کہوں کس سے؟

ملوں کس سے؟

کہ مجھ سے اب کوئی ملتا نہیں ویسے

کہ جیسے تم ملے اک بار ہی مجھ سے

ملو مجھ سے!



ملو مجھ سے

موجھ سے

کہ مانا ہے مجھے تم سے

کسی شاداب نگری کے کسی برباد خطے کے بڑے ویران کونے میں

کسی بے چین لمحے میں، بڑے بیتاب سینے سے لگانا ہے تمہیں میں نے

جہاں پر ہجر کے موسم بھی اپنارخبدلتے ہوں

جہاں پر آرزوؤں کا کبھی نہ خون ہو پائے

جہاں تم سے پھر نے کا کوئی بھی راستہ نہ ہو

جہاں پر خواب تعبیریں بھی اپنے ساتھ لاتے ہوں

جہاں پر آنکھ کھلتی ہو تو میرے سامنے تم ہو

جہاں پر نیند بھی مجھ کو تمہارے ساتھ آتی ہو

تمہارے ساتھ ہونے سے خزان بھی کھکھلا اٹھے، فضا بھی مسکرا اٹھے،

جہاں نہ بھوک اور افلاس سے بچ پلکتے ہوں

جہاں سر کی ردا لاچار کا ماتم نہ کرتی ہو

جہاں نہ شہر جلتے ہوں

جہاں نہ بے سرو پا آفتوں سے لوگ مرتے ہوں

جہاں پر صرف بے پایاں محبت کا بسیرہ ہو

جہاں بس نین ملتے ہوں، دلوں کو چین آجائے

جہاں بیٹھے بٹھائے اک حسیں پر پیار آجائے

تو ساری عمر بس اس اک حسیں کے نام ہو جائے

ا تو سوچو تم

کسی شاداب گنگری کا کوئی بر باد ساختہ، کوئی ویران سا کونہ

سد آباد ہو جائے

تمہیں سینے لگا کر دل کی بیتابی ٹھہر جائے

یہ کہنا ہے مجھے تم سے

زمانے کے جھیلوں سے

بچا کر اپنی نظر وہ کو

چھڑا کر ہاتھ دنیا سے

وہاں اک بار آ جاؤ کہ اب بھی منتظر ہوں میں

جہاں تم سے پچھڑنے کا کوئی بھی راستہ نہ ہو

یہی ہر خط میں لکھتا ہوں

ملو مجھ سے

کہ ملنا ہے مجھے تم سے

بڑے بیتاب سننے سے

لگانا ہے تمہیں میں نے

ملو مجھ سے



محبت کے درختوں کا بھی اپنا بخت ہوتا ہے

محبت کے درختوں سے کوئی پتہ بھی گر جائے ہو اکوچوت لگتی ہے

عجب و حشت کے عالم میں ہو ایوں سنناتی ہے

اسے رستہ نہیں ملتا

کوئی تودشت ہو ایسا جہاں دیوار ہو غم کی جہاں وہ سر پڑھ ڈالے

مگر بے درد آندھی کو خبر کوئی نہیں شاید

محبت کے درختوں سے کوئی پتہ اگر ٹوٹے

تو اک اک شاخ کو اس سے پھر جانے کا تنار نہ ہوتا ہے

جڑوں کی آخری حد تک بلا کا در در ہتا ہے

ہو اکواں سے کیا مطلب

اسے تو ایک ہی پتے کا ماتم کرنا ہوتا ہے

ہوا تو شور کرتی ہے

اور اس کے شور سے کتنے ہی پتے پھر اُجڑتے ہیں

اُسے کیسے خبر ہو گی کہ تنہا پیڑ بے چارہ

سلگتی دھوپ میں تنہا، تھکا ہارا، کھڑا

نہ بیٹھ سکتا ہے

نہ آنسو پوچھ سکتا ہے

مگر وہ پھر بھی سایہ دار ہے

اپنی جگہ قائم

فقط خاموش اور ساکت

مگر اکثر وہ کچھ کچھ بُڑبڑاتا، بولتا، با تین بھی کرتا ہے

وہی با تین کے جو بے چین سا اک شخص اس پر لکھ دیا کرتا

کسی پچھرے ہوئے کے نام کچھ یادوں کی صورت میں ۔۔

اسنو!

تم جب کبھی تنہا کسی بھی پیر کے سامنے میں بیٹھو

تو کبھی کچھ بھی نہیں لکھنا

ہمارے نام تو ہرگز نہیں لکھنا

محبت کا شجر سب کچھ سمجھتا ہے

اُسے پڑھنا بھی آتا ہے

تمہیں میں اس لیے محتاط کرتا ہوں

کہ اُس کا بخت اپنا ہے

تم اپنا اور میرا نام اپنے دل میں ہی لکھو تو بہتر ہے۔

جب اپنے بخت سے تم لڑ نہیں سکتیں

تو پھر کس واسطے پیڑوں کو اپناد کھسناتی ہو

انہیں کیوں نکرستا تی ہو

وہ اپنے درد سے عاجز تمہارا دُکھ کہاں بائیٹیں؟

محبت کے درختوں سے گرے، بکھرے ہوئے پتے جہاں دیکھو

اُٹھاؤ!

اپنے آنچل میں سمیٹو اور واپس لوٹ کر آؤ

سو ممکن ہے تمہارا درد بَٹ جائے



اک تراد کھی نہیں تھا کہ پریشان ہوتے

یہ جو پہناؤ اے زخوں پہ، مداوا تو نہیں

یہ جو آنکھیں ہیں، ترے نور سراپا کی قسم

اس قدر پھوٹ کے روئی ہیں کہ اب یاد نہیں

کون سا درد کھاں آن ملا تھا ہم کو

کس جگہ ضبط پریشان ہوا پھر تارہا

نہ ہمیں راس رہا بھرنہ ملنے کی گھٹری

اب تمہیں کیسے کہیں زخم پر مر ہم رکھو

اب تمہیں کیسے کہیں ہم سے کہیں آکے ملو

اب تمہیں کیسے کہیں آنکھ سے بہتے ہوئے شخص

اب ہمیں اور کئی دکھ بھی تو ہو سکتے ہیں !!!



یوں ترے بھر میں ہم روئے ہیں

یوں کسی درد سے لڑتے ہوئے گزریں راتیں

اس طرح دل میں کوئی ٹیس انھی

جیسے حسرت کوئی بازار میں رہ جاتی ہے

جیسے بچہ کوئی سوتے ہوئے ڈر جاتا ہے

یوں اداسی نے مجھے اپنایا

جیسے بیوہ کسی آزار سے لگ جاتی ہے

اور ہربات پہ بیٹھے ہوئے روپڑتی ہے

ہم نے کچھ ایسے تمہیں یاد کیا

جیسے بچہ کسی تختتی پہ سبق لکھتے ہیں

اور اسے یاد کیا کرتے ہیں

ہم نے کچھ ایسے تمہیں یاد کیا

جیسے بیار طبیعت کو شفایا د آئے

ہم نے یادوں سے وضو کر کر کے

اک ترے نام کی تسبیح بھی کی

یوں تراہجر منایا ہم نے

جیسے بارش کی جھڑی لگ جائے

جس کے ٹھم جانے کا امکان نہ ہو

! یوں ترے ہجر میں ہم روئے ہیں



وہی ہواناں

تمہی نے تھلا تھا تھا تھ آکر

تمہی نے ہم کو گرد دیانا

تمہیں کہا تھا

کہ گرد آنکھوں میں پڑ گئی گرتلوٹ آنا

اہماری آنکھوں کو ساتھ لے کر سفر پہ جانا

تم آئے، آکر ہماری آنکھوں سے خواب ہی لے گئے ہمارے

نی سجا کر ہم اپنی آنکھوں میں کس کو دیکھیں؟

کسے دکھائیں؟

ہمیں ہماری نظر میں تم نے گرا دیا ان

تمہیں تو پہلے ہی زین ہم نے بتا دیا تھا

بھلا وہ دے گا

تمہارا لکھے گا نام لیکن مٹا بھی دے گا

جو بے تھاشہ اسے میسر اگر ہوئے تم

گنو بھی دے گا

تمہیں مکمل وہ کاغذوں پر لکھا کرے گا

جلابھی دے گا

زمانے بھر کے وہ سامنے پھر

تمہیں فسانہ بنابھی دے گا

تمہیں تو پہلے ہی ہم نے سب کچھ بتادیا تھا

نہیں کہا تھا؟

سود کیچھ لو اب کہ اس نے سب کچھ وہی کیا نا؟

وہی ہواناں!



اداں کر کے کہاں گئے ہو

!مکان والو

زمین والوں کو چھوڑ کر تم کہاں گئے ہو؟

اے آسمانوں کے راستوں میں بھٹکنے والو

کہاں رکے تھے؟

تمہیں اداسی کے پار جانے کا شوق کیوں تھا؟

!زبان کھولو

کہ خاک ہونے سے خاک ہوتا نہیں ہے جیون

وہ ایک منزل کہ دو قدم پر پہنچ تو سکتے تھے تم بھی ہم بھی

کہ ساتھ چلنے کے تم نے وعدے تو کر لئے تھے گرتاؤ

کہ دو قدم وہ کہاں چلے ہو؟

!زبان والو

ذرابتاؤ کہاں پر کرنی تھی بات کس سے، کہاں پر کی تھی؟

کہی تھی کس سے؟ وہ بات کیا تھی؟

اے کان والو!

وہ جس کی باتیں ہنسی ہنسی میں اڑا گئے ہو وہ کس اذیت میں زیست کرنے نکل پڑا ہے

کوئی خبر ہے؟

کہ جس نے عمر وہ کی بے حسی کو،

اسی محبت کی بے بسی کو حروف دے کر بیاں کیا تھا

تمہیں سنانے کے واسطے ہی اہو جلا کر

ادسیوں کے اجڑ خانے سے لفظ لا کر

عذاب جھیلے تھے شاعری کے

اے ہی سن کر ہنسی ہنسی میں اڑا گئے ہو!

نظر ملانی تھی کس سے تم نے، ملانی کس سے؟

اے آنکھ والو!

! نظر اٹھا کر جھکانے والو

! رگاہ والوں سے اے نگاہیں چرانے والو

ذرا بتاؤ کہ کس مگر میں ہماری آنکھوں کو لے گئے ہو؟

کہاں پہ جا کر چھپا دیا ہے؟

تمہاری چاہت میں خون رنسے لگا ہے لیکن

کسی کی جانب نہیں یہ اٹھنے کی تاب رکھتیں

کسی بھی صورت، کسی بھی لمحے

حصار ٹوٹے اداسیوں کا

تو ہم بھی حسرت کے آئیں گے پر

گرائیں پتھر

حصار ٹوٹے تو ہم بھی بولیں

مگر ابھی تک حروف جامد ہیں، آنکھ نہ ہے، زبان چپ ہے--

اداسیوں کے گڑھے میں ہم کو گرانے والو!

! ہماری مردہ سی حرثوں کو جنازگاہوں میں لانے والو

! زبان کھلو!

کہ آخری بار پوچھتے ہیں سو آخری بار ہی بتا دو

ادا کر کے کہاں گئے ہو؟

مکین تم بن اجڑچکے ہیں،

! مکان والو!



هم سودائی اب تک جان نہیں پائے

هم سودائی اب تک جان نہیں پائے

کس کے سینے گل کر لتا رونا تھا

کس سے کتنی بات چھپایا کرنی تھی

کس کو کتنی بات بتایا کرنی تھی

کس کی آنکھ میں چھپ کر بیٹھے رہنا تھا

کس کے دل میں شام گزارا کرنی تھی

بن پوچھے کس کے خواب میں جانا تھا

کس کو آنکھوں پار اتارا کرنا تھا

کس کو اپنا حال سنایا کرنا تھا

ہم سودائی اب تک جان نہیں پائے



وہ عورت ذات تھی

وہ عورت ذات تھی

اس میں وفا کے سب عناصر پائے جاتے تھے

وہ بیٹی تھی محبت کی

اسے چاہت سوا کچھ بھی نہ آتا تھا

وہ بھاگوں والی لڑکی تھی

دعای تھی، عطای تھی، ارادت کی فضای تھی،

اسے آسودگی کی چاہ تھی لیکن اسے آسودگی نہ مل سکی تھی

اور پھر وہ دور جانکی کہیں تھا، اکیلی اور بہت بے چین

بوسیدہ سے رستوں پر سفر کرنی

متحسن اور ٹھہرے ہوئے پچھلے سفر کی

اک کنارا پار کر کے دوسری جانب

وہ پڑ مردہ، وہ جیسے کاٹھ کی ٹوٹی ہوئی اک آہ

جیسے بجھنے والی آخری شمع کی حرث

یا کسی مجبور رستے کی مسافت تھی

کہ جس میں بے کلی کار بیٹ بھی ویسا ہی تھا

جیسا ہے اب مجھ میں!

اور اس میں سادگی کے سب مناظر پائے جاتے تھے

وہ عورت ذات تھی

اس میں وفا کے سب عناصر پائے جاتے تھے



پھر بہت درد ہوا

پھر تراہجر لگا سینے سے

پھر تری یاد کفن پہنے ہوئے لوٹ آئی

پھر کسی درد بھری سکنی نے تھکی دے دی

پھر اذیت کی کوئی شال گری کاندھوں پر

پھر کسی پھول کی میت کو کہیں دفن کیا خوشبو نے

پھر یہ دل، مٹھی میں آیا ہوا دل رونے لگا

پھر تمہیں کیسے بتائیں کہ بہت درد ہوا۔۔۔۔

ہجر کی ذات بھی وسعت کوہی ترجیح دیا کرتی ہے

تحام لیتی ہے مر اہاتھ جد اہوتی نہیں

کون سی رات ہے جب آنکھ مری رو قی نہیں

یہ تھکی ہاری ہوئی بد بختی جاگ اٹھی ہے جواب سوتی نہیں

جب تراہجر گلے لگتا ہے

تب یہ کہتا ہوں کہ بھرا! اور آہستہ سے مل

دیکھ میں پہلے ہی ٹوٹا ہوں مجھے اور نہ توڑ

اس سے ملنے کے لیے کب سے سفر میں ہوں

کہ جس سے مل کر

میں نے اس ذات کو تکمیل عطا کرنی ہے

اور اسے ضبط کی تفصیل بھی بتلانی ہے

مت مجھے توڑ مجھے اس کی طرف جانا ہے

اس سے مل کر یہی اک بات بتانی ہے اسے

اور پھر سکیاں لیتے ہوئے رو رو کے اسے کہنا ہے!

پھر ترا بھر لگائیں سے

پھر لقیں مان بہت درد ہوا۔۔۔



اُسی بھی اب کیا جلدی تھی

اُسی بھی اب کیا جلدی تھی

من میں لئے والے لوگو!

دیکھو منوالوٹ گیارے

ضبط کا دامن چھوٹ گیارے

ہم سے وعدہ ٹوٹ گیارے

آپ ایسے مسکائے کیوں تھے؟

دل میں آن سمائے کیوں تھے؟

جانا تھا تو آئے کیوں تھے؟



محرماں تمہارے بن

کس طرح سے کاٹوں میں

راہ زندگی والی، سخت بے کلی والی

آرزو کی بستی میں، عمر بے بی والی

محرماں تمہارے بن،

دیکھنا وہ خوابوں کا

کیسے رات کرتا ہوں، کس طرح سے سوتا ہوں

کتنا درد ہوتا ہے، پھوٹ پھوٹ روتا ہوں

محرماں تمہارے بن

بار بار ضد کرنا ایک چھوٹے نبچ کا ہر عجیب خواہش پر

میں بھی اس کی ہی مانند، آرزوں میں کرتا ہوں

دور تک بھکلتا ہوں، دیر تک ترپتا ہوں، تم کو یاد کرتا ہوں

مجھ سے ہر قسم لے لو، لمحہ بھر تمہارے بن میرا جی نہیں لگتا

اور سوچتا ہوں میں عمر کیسے گزرے گی

! محماں تمہارے بن



آن ضبط رویا ہے

عشق کے جزیرے میں بے پنه محبت کا

ایک ہی گھروندہ تھا، ایک ہی ٹھکانا تھا

بے پناہ چاہت کا، ایک ہی سہارا تھا

جس کو بے خیالی میں،

اک اناکی ضد لے کر تم نے آج گھویا ہے

آج ضبط رویا ہے



مرا مخور ادا سی ہے

تمہاری روح کا عالم تمہیں جانو

زمانے بھر کے رسم و رواہ کو جی جان سے مانو

ہومیرا دخل بھی کیسے؟

تمہارا ہو کوئی نعمل البدل کیسے؟

مری آنکھوں کی بچھتی کر بلاء،

اے یار بیاسی ہے

مرا مخور ادا سی ہے



چاند سے نہیں کہنا

رات کے غلاف میں خواب تم نہیں رکھنا

چاند سے نہیں کہنا کچھ ہمارے بارے میں

چغایاں ستاروں کے بس میں ہیں تو کرنے دو

خاموشی کی چادر کو سرپہ تاں کر تھا شاعری پڑھا کرنا۔۔۔

شاعری بھی میری ہو اور آئینے جیسی

جس کو تم جہاں سے بھی، پڑھ کے دیکھ لو تو بس خود کو تم نظر آؤ۔۔۔

بادلوں کے بارے میں سوچنا زیادہ مت

سامانوں کی مجبوری تم سمجھنے پاؤ گی

آنکھ کا کوئی کونہ، خشک رہنہ پائے گا

خوشبوؤں کا صدیوں سے رابطہ جو قائم ہے

توڑھی نہیں دینا

ایک راستے پر تم، ایک راستے پر ہم چل پڑے ہیں جو اک ساتھ،

ہاتھ چھوٹ بھی جائیں، ٹوٹ بس نہیں جانا

جس قدر بھی یاد آئیں، چاہتوں کے کچھ لمحے خود میں دفن کر لینا

خامشی کی سن لینا، خامشی سے کہہ لینا

چاند سے نہیں کہنا۔۔۔۔۔

رات کے غلافوں میں خواب رکھنے والوں کو راستے نہیں ملتے۔۔۔۔۔

خوشبوؤں کے آپس میں رابطے نہیں رہتے

کچھ بھی تو نہیں بچتا

ورد بڑھنے لگتا ہے۔۔۔۔۔



جس شب تم آتے ہو

نیند اگر آئے تو

مسکا کے پلٹ جاتی ہے--



بے اختیاری

اس کے لفظوں میں طسمات ہیں ایسے کہ وہ شخص

جو بھی کہتا ہے وہ ہم کرتے چلتے جاتے ہیں۔۔۔۔



جیسے گزر گئے ہو

چھو کر گزر گئے ہو

اب رہ گئے ہو کتنے ؟

کتنے گزر گئے ہو ؟

اے دیر کرنے والے

فوراً گزر گئے ہو

چند ہیاگئی بین آنکھیں

یکدم گزر گئے ہو

رُخصت تو ٹھیک ہوتے

پونہی گزر گز رکنے ہو

خاموش ہیں ہواں میں

لیعنی گزر گنے ہو

جب دل نہ مشورے دے

سمجھو گزر گنے ہو

آنکھوں کے سامنے سے

چھپ کر گزر گنے ہو

اب کیا بنے گا اپنا

تم تو گزر گئے ہو

طوفان ختم گیا ہے

شاید گزر گئے ہو

اتھی اذیتوں سے

کیسے گزر گئے ہو؟

ہم مشکلوں میں بیں، تم

اچھے گزر گئے ہو

ہم بھی نہیں رہیں گے

تم جو گزر گئے ہو



وارنگ

ابھی جو وقت ہے ہنس کر گزار لو تم بھی

کہ بعدِ مرگ کبھی اٹک چُنے پائیں گے

ہماری قبر پر رونے کو مت چلے آنا



جنم دن مبارک

آج پھر یہ تمہارا جنم دن مرے دل کے محراب پر آکھڑا ہے

مجھے یاد ہے، بھول سکتا نہیں، بھولتا کس طرح--

میں تمہارے لیے جو دعائیں کئی دن سے مانگے ہوئے ہوں

انہیں میں کسی نظم میں شعر میں لکھ نہیں پا رہا

اور پھر میں گلے اور شکوئے شکایت کے بالکل کسی موڑ میں بھی نہیں ہوں

ہنسی ہی بھلی ہے تمہارے لبؤں پر

ہنسی ہی رہے آج کے روز تو اس سے بہتر خداۓ ازل سے مجھے اور کیا چاہیے

جانتا ہوں کہ میں ایسی تکریم کے بھی توالق نہیں ہوں

کہ جس سے مجھے تم نوازے ہوئے ہو

مگر میں بہت مضطرب اور غربت گزیدہ ہوا پھر رہا ہوں

مری زندگی دور ہے مجھ سے ---

بس--- اور کچھ بھی نہیں ہے مرے پاس کہنے کو

اور کچھ جو ہوتا بھی تو، تم سے کہتا بھی تو، جانے تمانتی یا نہیں

پر حقیقت یہی ہے مرے دل کے گوشے میں

یادیں تمہاری سدا جگاتی ہیں اب بھی

چمکتی، دلکتی رہیں گی سدا

یہ جنم دان مبارک



سوال

تمہاری راتوں میں بن بتائے

جو چکے چکے سے آن اتروں

تمہاری آنکھوں میں رنگوں کا

خمار بھر دوں

تو کیا کرو گی ؟



کہا بھی تھا کہ آملو

اُداس ہو گئے نا تم

اکہا بھی تھا کہ آملو

نہیں کٹے گا یہ سفر

بتابو جاؤ گے کدھر

نہ منز لیں، نہ رہ گزر

شبوں کو جا گنے سے بھی بتاؤ تو بھلا کبھی یہ خواب ختم ہو سکے۔۔۔

کوئی نہیں جو تھام کر ہمارا تھا یہ کہے

تمہارے ساتھ ساتھ ہوں

تمہارے آس پاس ہوں

قدم قدم، سفر سفر، چلے جو سنگ سنگ ہم

تو کٹ ہی جائے گا کبھی۔۔۔ مگر ہے عمر مختصر

اُداس ہو گئے نا تم!!

اکہا بھی تھا کہ آملو!



روٹھ گئے ہیں سکھ

روٹھ گئے ہیں سکھ

کوئی جانے نہ

تیر امیر ادکھ



تو کیا؟ کافی نہیں اتنا؟

چلو جو پکھ بھی تھا وہ سب تمہارے اور میرے درمیاں ہی تھا

! مگر کیسے فسانہ بن گئے جذبات، کیا معلوم

اس میں گفتگو یوں بھی اضافی ہے

(برامت مان جانا غیر ارادی طور پر لکھی گئی یہ بے سری نظمیں تمہارا کیا بگاڑیں گی؟)

تمہارے اور میرے درمیاں ہر فاصلہ مرضی مطابق تو نہیں پھر بھی

(بر الگتا نہیں ہے گر تو پھر شاید جدا ای راس آتی ہے (یہی مطلب نکلتا ہے

تمہارے اور میرے درمیان کچھ بھی نہیں تو پھر

زمانہ کیوں ہمیں اک دوسرے سے بر ملا منسوب کرنے سے نہیں ڈرتا

حریمِ جان

تمہارے اور میرے درمیاں کچا سہی، بے کار سا، مجبور سا وہ رابطہ جو تھا کبھی -----

----- اب تو نہیں لیکن

یہ کچھ تو ہے جواب بھی بس تمہارے اور میرے درمیاں باقی

ذر اسائق گیا ہے -----

غیر ارادی طور پر لکھی گئی نظموں کے اے باعث

بھلے سارا زمانہ اس تعلق کی نہایت آبروریزی کرے

کچھ بھی کہے چاہے---

تو کیا؟ کافی نہیں اتنا؟

کہ جو کچھ ہے وہ اب بھی بس تمہارے اور میرے درمیاں ہی ہے---



جنم دن مبارک

زندگی کے کئی اور اق ابھی خالی ہیں

چند پچھڑے ہوئے لوگوں کی کئی رُودادیں

کتنے صفوں پر رقم ہیں گرا ب دیکھیں تو

کتنے اشکوں کے کئی دھبے پڑے ہیں ان پر

جو مٹائے ہوئے ہیں ان کو کئی جگہوں سے

زندگی سوہلا بھی تو نہیں کوئی کہ جسے

مطرب سکھ کسی باسوز صدائیں گائے

کتنے اوراق پر بے چینی بڑی واضح ہے

ساتھ ہی صبر و رضا کے کئی نقطے ہیں،

جو پہلے ہیں مقدار کی سیاہی سے کئی صفحوں پر

صبر ہر چیز کا حل بھی تو نہیں ہوتا (مگر)

(عارضی طور پر مضبوط کیے رکھتا ہے

شکر کا باب علیحدہ سے لکھا ہے ان میں

وقت، صفات کی گنتی کا کوئی نام بھی ہو سکتا ہے

آرزو کیسی بھی ہوتی ہو حسیں ہوتی ہے

چاہے اس بیتی ہوئی عمر کے صفات حسیں ہوں جتنے

چاہے رنگینیاں کتنی ہوں کہیں لکھی ہوئی

اک نظر دیکھنا پھر بھی انہیں آسان نہیں

ان گزرتے ہوئے لمحات سے کوئی بھی گلہ کیا کرنا

زندگی کے کئی اور اق ابھی خالی ہیں

ہم محبت کے کسی تھال میں لاۓ ہیں دعائیں پھر سے

ہم نے پھولوں کی طرح ساری دعاؤں کو سلیقے سے سجار کھا ہے

”ہو جنم دن یہ مبارک“

یہی ہم پھر سے تمہیں کہنے چلے آئے ہیں



!ہاں تو کیا کہہ رہی تھی۔۔۔؟ کہو

اہاں تو کیا کہہ رہی تھی۔۔۔؟ کہو

کہہ رہی تھی کہ جیون ادا سی کے بے رحم نرخے میں آیا ہوا ہے

شیب ناگ بن بن کے ڈستی ہیں رگ میں بھرتی ہیں زہر جدائی

قشم سے بڑا پر غضب، ہولناک و عجب مضطرب حال ہے

(میں نے ڈبیا سے سگریٹ نکالی جلاتے ہوئے یہ کہا۔۔۔ بولتی جاؤ پھر۔۔۔؟)

کہہ رہی تھی کہ دن کو عداوت ہے مجھ سے

مری دوپھر بھی خفا، شام میرے مخالف کھڑی،

میں اکیلی، پریشان، بیچاری، کمزور۔۔۔

اک تیرے میثاق کے آسرے سانس لیتی ہوئی اور کتنا لڑوں۔۔۔؟

(میں نے سگریٹ کا لمبا سا کش لے کے اُس سے کہا۔۔۔ بولتی جاؤ پھر؟)

کہہ رہی تھی۔۔۔ بہت چیختی اور چلاقی رہتی ہوں میں آسمانوں کی جانب جو دیکھوں کبھی پر کوئی میری آواز سننا نہیں

میں بلا قی ہوں وہ بولتا ہی نہیں

مہربانی کی چادر میں لیتا نہیں

چین کا کوئی درکھولتا ہی نہیں

میں چھپا قی ہوں سب سے تمہیں پھر بھی سب جانے کیوں باخبر،

دل بھی کیسا یہ خوف و خطر کا ہے گھر

اور کھلتا نہیں، پوری ہوتی ہیں جو، ان مرادوں کا در--

(تیرا کش لیا اور میں نے دھویں کو ہوا میں اڑاتے ہوئے)

راکھ جھاڑی اور اس سے کہا۔

(اہ تو کیا کہہ رہی تھی کہو

کہہ رہی کہ میں اب کسی راہ پر بھی چلوں

راستہ منہ چڑاتا ہے اور منز لیں چاہتی ہی نہیں ہیں کہ پہنچوں کبھی ---

(میں نے پھر کش لیا)

کہہ رہی تھی مجھے رنگوں کی قسم تم نہیں بھولتے

جانتی ہوں کہ میں بے شریڑ کی جستجو میں بھٹکنے لگی ہوں مگر پھر بھی سایہ تو ہے

چاہے جیسا بھی ہے---

میں نے ہنستے ہوئے راکھ جھاڑی--- اور اک کش لیا.. پھر کہا

(اچھا آگے کہو--

کہہ رہی تھی کہ بیمار آنکھیں وفاوں کی تیار داری کریں کس طرح

تم خفا--- تم مری زیست کے سب حوالوں سے کاٹے گئے

یا کہ خود کٹ گئے---

میں مقدر سے شکوہ کروں تو کروں کس طرح

میں بھی مجبور و بے بُس

میں اجرٹی ہوئی شام کا ایک منظر

میں ابھے ہوئے فانے کی طرح

لامکانی کی منزل سے نا آشنا

بے قراری کی تربت

اذیت کا گھوارہ بے سبب

اور آسودگی کے فسانوں کی اک من گھڑت داستان

میں تمہاری محبت کی قیدی

عقیدہِ عشق و جنون کی مقلد

اداسی کے لاڈوں پلی

میں غنوں کی پسندیدہ اور دکھ کی باندی

یہ میں--- ایک تم سے جدائ---

اور میں-----

(پھر میں بولا، رکو! میں نے پھر راکھ جھاڑی،)

تو سکریٹ میں بس ایک اور ایک آدھا ہی کش رہ گیا تھا

سو مسرور ہو کے کیا بند آنکھوں کو اور آخری کش لگا کر دھواں پھر ہوا میں اڑایا۔۔۔

اڑاتے ہوئے، میں نے سکریٹ بچھائی،

بچھاتے ہوئے یہ کہا،

ہاں تو کیا کہہ رہی تھی؟؟؟

(تو گہری خموشی تھی پھیلی ہوئی)

میں نے چہرہ اٹھایا تو میرے سواب وہاں اور کوئی نہیں تھا

(سو پھر وہ بننا کوئی شکوہ شکایت کیے میرے سکریٹ بچھانے کے دوران ہی جا پچکی تھی

تو میں بے وفا، اپنی پیشانی پر تیوری کے کئی بل چڑھاتے ہوئے،

سر جھکلتے ہوئے بڑ بڑا

بہت ہی برا آن دن ہے قسم سے،

کوئی ٹھیک سے آج سکریٹ بھی پینے نہیں دے رہا ہے۔۔۔



اجنبی کی باتیں

اجنبی کی باتوں میں درد بھی شکایت بھی بے پنه محبت بھی

اور پھر نصیبوں میں صرف کالم راتیں ہیں

اجنبی کی باتوں میں کتنی گہری باتیں ہیں

سن رہا ہوں میں اس کو، کہہ رہا ہے مسٹی میں

اور اس کی وہ مسٹی

میرے سارے لفظوں میں

اس طرح سے آن اتری

جیسے دل کے آنگن میں کوئی میہماں آئے

ذہن کے دریجوں میں کوئی خوش گماں آئے

اور سارے جذبوں میں

چاہ کی محبت کی کوئی کہکشاں اترے، کوئی رازدار آئے

اور ایسے عالم میں

اجنبی کی سب باتیں دیر تک سنی جائیں آشنائی ملتی ہے

دل کو گھپ اندر ہیروں سے کچھ رہائی ملتی ہے

روشنائی ملتی ہے

جس طرح خوشی کو خامشی سے سنتے ہیں

سن رہا ہوں میں ایسے

اجنبی کی باتوں کو۔۔



! مرے شاعر

ابھی سے شاعری کرنے لگے ہو

ابھی تو رخ بھی کھائے نہیں ہیں

ابھی تو بے تحاشا بولتے ہو

ابھی توبہ پتا لے بھی نہیں ہیں

لکھے ہی کب ہیں تم نے خط کسی کو

کسی کے خط سن بھالے بھی نہیں ہیں

ابھی لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ہو

ابھی تو دکھ سے یاری بھی نہیں ہے

نا آنکھوں میں ادا سی ہے اور ان میں

کسی کی انتظاری بھی نہیں ہے

ابھی تو بس ڈھنڈ و را پیٹتے ہو

ادا سی کھا گئی تن من تمہارا

غموں نے کھالیا جو بن تمہارا

مرے شاعر تمہیں معلوم کب ہے

کہ زخم نار سائی کیا بلایا ہے

پر یتم کی جدائی کیا بلایا ہے

ابھی تو شوخ گیتوں کی دھنوں پر

تم اپنے سر کو دھنٹے جا رہے ہو

جہاں سے لفظ ملتے جا رہے ہیں

انہیں لکھنے کو چنتے جا رہے ہو

جہاں کی محفلوں میں بیٹھ کر تم

فقط اک نام کی تہائیوں کو

ابھی شعروں میں بنتے جا رہے ہو

خرد کا ساز بیجا جا رہا ہے

خرد کے گیت سنتے جا رہے ہو

ابھی تو یار سے نکھڑے نہیں ہو

خود اپنے آپ سے نکھڑے نہیں ہو

تو کیوں وہ زخم لکھتے جا رہے ہو

سبھی وہ زخم جو کھائے نہیں ہیں

تو کیوں وہ غم سناتے جا رہے ہو

سبھی وہ غم کہ جو پاۓ نہیں ہیں

ابھی تو بھر کے سائے نہیں ہیں

انہیں لفظوں میں کیسے لارہے ہو؟

ا! رہنماعشق میں جو حرف۔۔۔ پیارے

ابھی جو درد میں اترے نہیں ہیں

ا بھی جو روح میں آئے نہیں ہیں ۔۔۔۔



چار دن کے بھگڑے میں

مجھ کو کھو نہیں دینا

آنکھ روٹھ جائے گی

مجھ کو رو نہیں دینا

عربیت جاتی ہے

رابطہ نبھانے میں



! تمہیں خبر ہے؟ تم آخری تھے

سراب جیسا وصال دے کر پلت گئے ہو۔۔۔

مجھے امیدوں سے تب بھی کوئی امید کب تھی

مجھے امیدوں سے اب بھی کوئی امید کب ہے

مگر جلن ہے۔۔۔

! ہمارا سینہ تنور کر کے پلت گئے ہو

تمہارے سارے گناہ اپنے ہی سر لیے ہیں

تمہیں خبر ہے؟

میں زندگی بھر خطائیں کر کے

دعاۓیں کر کے نہ گڑ گڑایا۔۔۔

! تمہاری خاطر مجھے دعاؤں کی لئت لگی ہے

جو تم سے پہلے کا واقعہ تھا سے تو بس سرسری لیا تھا۔۔۔

! مگر مجھے یہ خبر کہاں تھی۔۔۔ تم آخری ہو

سواب تو آؤ اور آکے دیکھو !

میں عشق تھل کا کوئی پنل ہوں

وجود کھاتی ہے ریت جس کا

نداق اڑاتی ہے رات جس کا

ٹھہریں خبر ہے؟ تم آخری تھے

کہ جس کی معصوم سی وصالوں کی انجاؤں بھری دعاؤں نے مارڈالا

! سکھی پنل کو تری وفاوں نے مارڈالا



ایسا لہجہ کہیں نہیں دیکھا

ایسا لہجہ کہیں نہیں دیکھا

آنکھیں ایسی شفائیں جو با نئیں

لقطا لیے کہ رُس ہوا میں گھلیں

جن کو ہر پھول ابھرا بھر دیکھے

چوم لینے کو خوشبوئیں ترسیں۔

جو کسی نے کبھی کہی نہ سنی،

کوئی ایسی کہانی لگتے ہو

تم کسی کی نشانی لگتے ہو

تم زمیں زاد ہو نہیں سکتے

تم کوئی آسمانی لگتے ہو



کچھ اسیر لوگوں کے

کچھ اسیر لوگوں کے

ہاتھ کی لکیروں میں

قسمتیں نہیں ہوتیں

عمر قید ہوتی ہے

جگ ہنسائی ہوتی ہے

کب رہائی ہوتی ہے

بس جدائی ہوتی ہے



ڈھولاہم تو سانسوں کی معدوری جھیل رہے ہیں

ڈھولاہم تو سانسوں کی معدوری جھیل رہے ہیں

کیا مجبوری جھیل رہے ہیں

تم کیا سوچ رہے ہو؟

سوچ رہے ہو عشق کے بارے؟

عشق وہی جس کو تم پہلے پہلے نہیں گنتے تھے کچھ بھی

یا پھر میرے بارے؟

میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو؟

جس کو اک سوچوں کی دیمک چاٹ گئی ہے۔۔۔

پیڑوں اور پرندوں کی ناراض طبیعت کے بارے بھی سوچ کے دیکھو

تم نیت کے سچ ہو تو شیشے جیسی پریت کے بارے سوچ کے دیکھو

اپنی ہار اور دنیا کی اس ہار نما سی جیت کے بارے سوچ کے دیکھو

وہ جو میں نے لکھتے لکھتے چھوڑ دیا تھا۔۔۔ تمہیں پسند نہیں آیا تھا

(گائے جانے والے دکھ بھی پورے لکھنے سے کیا حاصل)

آج ذرا پھر اسی ادھورے گیت کے بارے سوچ کے دیکھو۔۔۔

دیکھو کیسے کیسے غم کے تھائیوں سے میل، رہے ہیں

کیسے کیسے دکھ ہیں، کتنے درد ہیں جو اس ایک اکیلی جان سے اب تک کھیل رہے ہیں۔۔۔

تم کس سوچ میں گم ہو؟؟ کیا بتالائیں

ڈھولا ہم تو اب تک سانسوں کی معذوری جھیل رہے ہیں

سامنے میں تم پر مہر کریں

تم خیر و آسانی پاؤ

اس جگ میں سکھ کی سانسیں (جن کا ملنانا ممکن ہے) لو۔ اور بہت جیو۔

آباد رہو



سن پُل ونجانے بھیڑ یے ن!

سن پُل ونجانے بھیڑ یے ن!

(ترے آزردہ سے نین (جخیں بن دیکھے نیندہ آتی تھی، وہی دیکھے بن

ہمیں لُٹ کھسوٹ کے چھپ شپ گئے

تری بدکاری کی لذت چھٹ سے ٹانگ گئے۔

ترے بہلاوے۔۔۔ مری چھت کے پکھوں پر لٹکے

ترے وہ سب کے سب بہلاوے۔۔۔

ہمیں جھوٹ جھوٹ کر جھوٹ جھوٹ کر من گھڑیاں کئی باتاں بول رہے ہیں

انی تیر ایڑا تو جائے۔۔۔ لگے کنارے پاروے سیے

ہونٹ قیمت خیز ترے،

ترے جھوٹ بھرے ٹج بول نہ پاؤں،

تول نہ پاؤں پر بیتاں۔۔۔

چند نارنگ ترا، تیرے من کی کالک ڈھک نہ پاوے۔۔۔

بدن گناہوں دھل دھل ستر اصاف ترا، ترے پاپ چھپانے پاوے

انی ترے سینے اندر ویرانی اور بیچو بیچ آک رستہ

جس پر ایک حولی اجڑی، اُٹی، پُٹی، جس میں ہم تہماں،

انی ہم گئے ہوئے

گمشدگی بیچ کہیں مد فون خود اپنی ڈھونڈ کا سینہ پیٹ رہے ہیں، دیکھ تو لے۔۔۔

ہمیں انہی کھتھی، انہی آزر دہ نینوں سے دیکھ تو لے

حالات سنبھیوڑا کھینچنے والے رہے نہیں

اور سے ہے نہیں پکھ دکھ جو سنبھنے والے تھے

اور رہے نہیں وہ لوگ جنمہیں رہ جانا تھا۔

جب کان بھی دھرے نہیں تو کیوں؟

تری کالی باتیں کھا گئیں ماس ساعت کا

مرا بخت ملامت خیز--- سیہ--- بد رنگا--- تیرے آون جاون کارن

انی بے چارنے نی

ترے چارے محض سراب---

بتا! ہمیں کر کے تُوبہ باد ہوئی آباد؟

بتا! سب بھول گئی؟

ہمیں رہ گیا جو جو یاد---



تمہارازین

تمہارازین

دیکھو آپڑا آخر کسی انجان غم اور درد کے مابین

کتنا بے کس و مجبور، دکھ سے چور، تم سے دور

اور ہر شام کے کڑوے کسیلے طنز پر آنسو بہاتا، چینتا، روتا، تڑپتا، اک تمہیں آواز دیتا

شدتوں کے دوغنے نرنے میں آیا ہے

تمہارازین کتنا کھوکھلا، خالی، پریشان اجھنوں، دشوار یوں کا واحد دیکھا یگانہ یار دیرینہ

نہایت مضخل، بے چین، پذمر دہ، قیمت خیز رنج و غم کی کالی شال اوڑھے ایک بیوہ کی
نگاہوں سے نکتی بے کلی کے رنگ جیسا درد سینے میں لیے

تہا، اکیلا، لا غرو بیمار پہلے اس طرف پھر اس طرف

گلیوں، مخلوں، چوک، چوباروں میں، ویرانوں میں آوارہ بھکٹتا پھر رہا ہے

زندگی کیا زندگی ہے؟ خوبصورت شے ہے

جس میں خواہشوں اور حسرتوں کا شور ہے

میلہ ہے خوشیوں کا، بڑی رونق ہے ہر بازار میں

ہر چیز کبھی ہے

مگر کچھ لوگ ایسے مفلسی کا فیض پا کر ہر دکان آرزو پر جھائکنے والی نگاہیں لے کے پھرتے ہیں

اور آخر شام ہوتے ہی گھروں کو لوٹتے ہیں

ہاتھ خالی ڈال کر اپنی تمباو کی نگ و سرد جیبوں میں

تمہارا زین بھی ویسا ہی... یو نہی... اُن کے جیسا ہی

تھی دامن، اکیلا، ادھ مر، کھوٹا، دکھوں مارا

تمہیں ناچھین سکتا ہے نہ تم کو جیت سکتا ہے

کرے بھی کیا؟ لڑے کیسے؟ نہیں

اور بہت غربت گزیدہ، آبروریزی کئی دن سے مسلسل جھیلتا، گرتا سنجھلتا

اب بھی تم کو یاد کرتا ہے

تمہارا زین

اب بھی ایسے عالم میں تمہی کو یاد کرتا ہے

تمہارے زین کو لوگوں نے جانے کیا سمجھ رکھا ہے

! سارے لوگ کب یہ جانتے ہیں وہ تمہارے واسطے کیا تھا!

! تم اُس کے واسطے کیا تھی

تمہارا زین تو بس اب تمہارے دکھ کا پروردہ،

تمامی سو گواری کو نگل بیٹھا تمہارے بعد،

اب بے آسراء بے انت گھر اہے مگر خالی

ذراسی سانس لیتا ہے تو سینے کے کھنڈر میں بجلیاں سی کوند جاتی ہیں

درود یار خستہ ہیں

تم ہی بتلاؤ! اے امید آخر، دائی گی حضرت،

بجلا یوں سانس لینا

اس قدر بے کیف سی بو جمل طبیعت لے کے بے پایاں گھن میں سانس لینا

اضطراب و بے کلی سینے میں رکھے زندگی کے دن بتانا

آرزوؤں کی بلی دینا

کئی اچھے بھلے پیارے بہت معصوم لوگوں کو خفا کرنا اور ایسے ناپسندیدہ بننے رہنا

اور ایسے ہی مسلسل جیتے رہنا بھی بجلا کیا جینا ہوتا ہے؟

! تمہیں معلوم ہے نا؟ یہ کوئی جینا نہیں ہوتا

کہواب تم کہاں ہو؟

آؤ آکر تم ذرا پچان کر جاؤ

تمہارا زین کب کام رچکا۔۔۔

یہ زین کس کا ہے؟



دو شیزہ تم بھاڑ میں جاؤ

(گوٹو ہیل)

رات گزر گئی

! گزر گئی ناں

دن ڈھانا ہے ڈھل جائے گا

سیدھی بات کروں گا تم سے

دیواروں سے لگ لگ رونا، بھسے اب یہ نہ ہو وے ہے!

اور نظام یاد کا پڑ زہ کہیں کہیں سے ٹوٹ گیا ہے

ایک تخیل ذہن سے کوئی جسم پہن کر نکل پڑا ہے

میرے سینے آن لگا ہے اور میں نے محسوس کیا ہے

سخت بخار میں تپتا بھی ہے اور پیشانی سرد بہت ہے

رات کی گھری خاموشی میں آوازوں کے ہونٹ ہلے ہیں

خاموشی کی بک بک ٹن کر میرے کان بجے جاتے ہیں

میرے سر میں درد بہت ہے

پہلے ہی بے چین بہت ہوں فکر کروں تو آخر کس کی

پچھ بھی ٹھیک نہیں لگتا ہے

میں بد حال جو خجل خوار، زمانہ گردی کرتے کرتے ایک پرائی اور ادھاری

عمر جو تنہا کاٹ رہا ہوں کٹتے کٹتے کٹ جائے گی

لیکن پچھلے دو سالوں سے گُرب و جوار کے چند اک آتش زن اور زہر لیے کتوں کی

بھو نکن و اسن سن کر میں تو خود اب کافی سٹھیا یا ہوں

مجھ کو بے حس، بے احساس، بے پروا، بد عہد یا گھٹیا و ٹیا تم کو جو بھی طھیک لگے یا جو بھی

نام مجھے تم دینا چاہو دے سکتی ہو..... پر دو شیزہ

کوئی سا بھی جسم پہن کر کسی تخلیل کی صورت بھی اب تم میرے پاس نہ آؤ

جو کہنا ہے جانے مری بلا تم جا کر جس کو چاہو جو بتلوڑ

لیکن میرا سرنہ کھاؤ

دو شیزہ تم بھاڑ میں جاؤ.....



تمہیں معلوم تھا نا سب؟

تمہیں معلوم تھا تو کیوں نہیں مجھ کو بتایا تھا؟

کہ آگے راستے اپنے جد اہونے ہی والے ہیں

بتا دیتے تو پھر شاکندا اسی جھیل نہ ہوتی

مرے سکھ کے پلوں کو پھر کبھی تعطیل نہ ہوتی

مرے دل میں دکھوں کی پھر کوئی زنبیل نہ ہوتی

اتو میر انام بھی گمنام ہی رہتا حریم جاں

محبت کے صحيفے میں پروتا درد میں کیسے؟

تمہارے ہاتھ میں گرپیار کی انجیل نہ ہوتی

تمہاری آنکھ سے بچھڑا، کے دیکھے؟ کہاں جائے؟

تمہاری بات سے بچھڑا، نہ کیسے؟ کہے کیسے؟

تمہارے لمس سے بچھڑا بھلا کیسے، کسی کو چھو سکے اور پھر امر کر دے؟

بڑا بے رحم حملہ کر دیا ہے مل کے دکھڑوں نے

تمہیں معلوم تھا تو کیوں نہیں مجھ کو بتایا تھا؟ کہ لمبے راستوں پر مجھ کو خالی ہاتھ چلنا ہے

مرے اندر تمہارا درد پلانا ہے

تمہیں سب کچھ پتا تھا نا!

اگر مجھ کو بتا دیتے تو میں بے وقت و بے ما یہ و بے آبر وہ کرنے یوں تم سے جدا ہوتا

جدا ہی مقدر تھی تو پھر جانا تو پڑنا تھا

مجھے اس بات کا دکھ تو نہیں بالکل، حریمِ جاں

مجھے تو بس یہی دکھ مار دیتا ہے کہ تم سب جانتے کیوں تھے؟ تمہیں معلوم ہی کیوں تھا؟

کہ جی بھر بھر کے چہرہ دیکھنے والی سریلی، اور ان مخمور آنکھوں کو بہت بے نور ہونا ہے

مرے دل پر لگے ہر زخم کو ناسور ہونا ہے

مجھے سکھ بھول جانے ہیں دکھوں سے چور ہونا ہے۔۔۔

جو تم سے دور ہونا ہے، بہت مجبور ہونا ہے۔۔۔



مجبوری

کوئی مجبوری آگئی ہو گی

وقت بر بادوہ نہیں کرتا

اب مجھے یادوہ نہیں کرتا



إڪلٽپے دی شُوك

رورو بیت چلا جیون

جان پھنسی کن بیرون میں، زنجیریں ان پیروں میں

سامیاں اب تو پاس بلا

! عمر کٹھی ہے غیر دل میں



یاد بھی نہ آئیں گے

پاس تم نہیں آتے

ویکھو اپنی آئی پر ہم اگر اتر آئے

! یاد بھی نہ آئیں گے



محبت ہے

کبھی گھر سے نکلتے وقت خاموشی سے بازو تھام کر میرا
مرے چہرے پر، آنکھیں بند کر کے اس کا جلدی سے درود تاج پڑھ کر پھونک دینا بھی

مجبت ہے!



سامیاں وے ہم بھولے بھکلے

سامیاں ہم سے بھول ہوئی ہے

اپنے رحم کرم کی بارش ہم پر بھی بر ساؤ ناں

سامیاں ہم کو دانائی نے اتنے زخم لگاڑا لے ہیں

ہم گھاٹے کے سو دے میں تھے

کتنی راتیں جاگ جاگ کر کاٹیں لیکن ہم نے سامیاں

عشق کا بھینہ پایا

بس نقصان کمایا ...

لوگوں نے بھی جب جب چاہا ہم کو کتنے دوش دیے اور

ہم الزاموں کی گٹھڑی کو لادے ان نازک کندھوں پر جانے کس کس نگری گھومے

کیسی کیسی تہمت جھیلی

کچھ بھی ہاتھ نہ آیا

... بس نقصان کمایا سائیاں، اپنا آپ گنوایا

ہم سے موسم، بادل، بارش سب کے سب ناراض ہوئے ہیں

صندل سی خوشبو میں سائیاں گھلی ملی اک سمجھی، سمجھی

... میٹھی بات سناؤناں

دل کا درد مٹاؤناں

بجش دواب تغیریں ساری

دیکھو ناہ ہم خود سے کتنے عاجز آئے

دنیا سے بیزار ہوئے ہیں... ہم کتنے بیمار ہوئے ہیں

! دکھ کا بوجھ گھاؤ ناں

! سکھ دینے آ جاؤ ناں

... ہم دانای کے دھوکے میں پچھلی عمر بتا آئے ہیں

یعنی عمر گناہ آئے ہیں

اپنے صادق، سُچے، سوہنے، مسٹھڑے ہونٹ ہلاو ناں!

اب تو ”کُن“ فرماؤ ناں!

! سینے ہمیں لگاؤ ناں



اب کیوں؟

تم کو اچھا لگتا تھا

خاموشی سُنٹے رہنا

ہم نے آخر سیکھ لیا

تم سے مل کر چپ رہنا

اب کچھ تاوکریوں؟

بولو!

اب کیوں روتے رہتے ہو؟



جان تیری مرضی ہے

چاہتوں کی باتوں کے دامنِ حوالوں سے دکھلے نکل آئے

جان ہم تری خاطر

ہم تواب نصیبوں کا بھی گلہ نہیں کرتے

شاعروں کے بختوں میں رونقیں نہیں ہوتیں

یہ عجیب ہوتے ہیں

خواب کے سہارے پر جنگلوں، پہاڑوں میں اک فگر بساتے ہیں

شہر میں تور ہتھیں

بس مگر نہیں پاتے

ہم بھی بھیک ویسے تھے

شاعروں کے جیسے تھے

شہر کاٹ کھاتا تھا، بے کلی ستائی تھی

جان تیری باتوں نے کس طرح بدل ڈالا

درد بھی نہیں لکھتے، آہ بھی نہیں بھرتے

اور یقینی چاہت کو یاد بھی نہیں کرتے

اب تو مانگتے ہیں بس

ان تمام چیزوں کو، ہر طرح کی خوشیوں کو

جو کبھی نہ مانگیں تھیں

اور اس سے بڑھ کر اب کچھ بھی کرنے نہیں سکتے

زور بھی نہیں چلتا، بس چلا نہیں سکتے

جان! اب اگر اپنا حال نہ بدلت پایا

بخت سے سیاہی کے ابر چھٹ نہیں پائے

پھر خدا کی مرضی ہے

اس سے اب گلہ کیسا، اس سے لڑ نہیں سکتے

ہم بہت ہی چھوٹے ہیں،

کچھ بھی تو نہیں ہیں ہم

صبر کرتے آئے ہیں، صبر ہی کریں گے ہم

تو توجانی ہے نا خود کو ہیں بدل لائے

جان ہم تری خاطر

اب بھی کچھ شکایت ہو، اب بھی کچھ گلہ ہو تو، اب بھی تو خناہو تو،

جان تیری مر نہی ہے۔۔۔۔



دل بچہ ہے

دل بچہ!

! دل اک چھوٹا سا بچ ہے

دل از لوں سے مخصوص صفت

اسے دن کا غم اسے رات کا غم

اسے آنکھوں کی برسات کا غم

اسے چھنے والی ہر اک چھوٹی سے چھوٹی تی بات کا غم

دل ساون ہے دل بادل ہے، دل آوارہ دل پاگل ہے

دل بات شعور کی کب مانا، دل پاگل جھلادیوانہ

دل یار، سجن، دل بیلی ہے پر دل کی ذات اکیلی ہے

دل بستا ہے دل روتا ہے، دل کتنے خواب پروتا ہے

دل اس دنیا سے تنگ بہت، دل اپنا مست ملنگ بہت

غم کیوں کر دل کے ساتھ آیا، دل کئی لوگوں کے ہاتھ آیا

رہے کوئی نہ دل میں ڈرڈھولا، دل پاک خدا گھر ڈھولا

دل ثور، حرا، دل طور سجن، دل مجنوں دل منصور، سجن

دل خاص عقیدت والا ہے

دل پاک محبت والا ہے



! جنم دن مبارک حريم

مرے لبوں پہ کھلے آج پھر دعا کے کنوں

کھلیں گے میرے لبو میں سدا اوفا کے کنوں

ہر اڑ ہے تر ادا من بھی، ٹوادا س نہ ہو

غموں کی دھوپ کبھی تیرے آس پاس نہ ہو

اجاڑوت کی بیانیوں سے دور رہے

ٹو سب غموں کی فراوانیوں سے دور رہے

تری ہنسی کی قسم، لب کی وقتوں کی قسم

ہے تیرے نام کے حروف کے ذائقوں کی قسم

مری حیات ترے دل کی بارگاہ میں ہے

یہ میرا اسم ترے اسکم کی پناہ میں ہے

بس ایک ٹوہی مراغیت، سکھ، قرار، طرب

اے میری ذیست کی الجھن کی سلچھنوں کی سبب

کوئی بھلے ہی کہے عشق میں اندر ہیر ہے بس

جو شاعری ہے یہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے بس

محاذِ عشق میں اب جیت کیا؟ ہر یمت کیا؟

پ تیرے سامنے لفظوں کی قدر و قیمت کیا؟

مگر ترازوءِ باطل میں لفظ کیوں تو میں؟

ہے تیری سالگردہ آج، جھوٹ کیوں بولیں؟

گلاب مثل کھلے، عمر پر بہار رہے

یہ تیری ذات سدا شجر سایہ دار رہے



بھول جاؤ مجھے

اس جہاں کے جھمیلوں سے منہ موڑ کر

اس زمانے کو پیچھے کہیں چھوڑ کر

جب وہ قربت کی ساری حدیں توڑ کر

میری رگ رگ میں،

بن کر لہو دوڑنے لگ گیا تو مجھے

اُس نے اتنا کہا

بھول جاؤ مجھے



ہمیں چاہیے تھا، گزارتے

ہمیں چاہیے تھا، گزارتے

کسی کام کی کوئی زندگی

ترے نام کی کوئی زندگی



باب دوم

صندل



خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے

ابھی چُپ رہو

ابھی جل رہا ہوں جلا نہیں

ابھی بجھنے دو

ابھی بجھ کے راکھ تو ہونے دو

ابھی درد ہے

ابھی راستہ بڑا سر دھے

ابھی میری آنکھ میں گرد ہے

کوئی طول دے کے اُداسیوں کو چلا گیا ہے کہ دور تک

کوئی اس کا نام و نشان نہیں

یہ جو مردہ جسم اٹھائے کاندھوں پر پھر رہے ہیں یہاں وہاں

تمہیں کیا بتائیں کہ اس میں پہلی سی جاں نہیں

تمہیں اب تک یہ ساعتوں پر جوناز ہے

یہ فضول ہے

مری صندلیں!

کہ خوشیوں میں جور مزہ ہے

اُسے جان لینا ہی فیض ہے

اُسے ماننا ہی یقین ہے

یکی دین ہے

کہ خدا کا نام و نشان بھی ہے خموشیوں میں چھپا ہوا

ابھی وقت ہے اسے ڈھونڈ لو

ابھی چپ رہو

ابھی بولنے میں اذیتوں کی ہے ابتدا

یہ جو عشق ہے ابھی اس میں جبر کی آتما ہے بھی ہوئی

کئی اور باتیں بھی درد سر ہیں بنی ہوئیں

ابھی اور کتنے ہی کام ہیں

اے حریمِ جاں، اے متائِ جاں، اے دوائے دل

مری صندلیں

تسبیح ہو ک و آہ کا واسطہ

جو تمہارے کھونج میں چل پڑیں تھیں ہمارے دل کے دیار سے

تمہیں ان دعاؤں کا واسطہ

وہ جو تم پہ آئیں تو مجھ کو دیکھ کے ٹل گئیں،

تمہیں ان بلاؤں کا واسطہ

تمہیں ڈھونڈتے، تمہیں چھانتے وہ جو ماری سی پھر رہی تھیں گلی گلی

تمہیں ان ہواؤں کا واسطہ

جو تمہارے پاؤں میں بکھری بکھری پڑی ہوئی ہیں ابھی تک

مری اُن وفاوں کا واسطہ

اے اداۓ جا،

تمہیں اب تمہاری ہی کھکھلائی ہوئی اداؤں کا واسطہ

ابھی چپ رہو۔۔۔



تر اہر جگہ ہی نزول ہے

کوئی درد ہو جسے کہہ سکوں مرا درد ہے

کوئی زخم ہو جسے کہہ سکوں مرا زخم ہے

کوئی خواب ہوں جنہیں کہہ سکوں میرے خواب ہیں

کوئی رات ہو جسے میری نیند سے پیار ہو

کوئی شام ہو جسے میرے غم کا خیال ہو

کبھی یوں بھی ہو کہیں تو نہ ہو

کسی اک گھڑی، کسی ایک لمحہ، کسی مقام پہ تو نہ ہو

مگر ایسا کوئی پھر نہیں

کوئی اور ایسا انگر نہیں

جسے اپنے نام سے جوڑ لوں

جہاں چند گھنٹیاں گزار لوں

مجھے ایسے غم بھی نہیں ملے کہ جو میرے ہوں

کوئی ایسی رات نصیب میں نہیں آسکی کہ میں جس میں چین سے سو سکوں

کہیں میں نہیں، کہیں میرا کوئی نشان نہیں

نہ مرے نصیب میں چھاؤں ہے

نہ درخت ہیں، نہ خزانیں ہیں، نہ بہار ہے،

نہ قرار ہے

مری صندلیں

میں کہیں نہیں

نہ یہاں دہاں، نہ ادھر ادھر

نہ میں شام کے کہیں اس طرف

نہ میں رات کے کہیں اس طرف

یہاں سارے لوگوں کا اہم کام یہی ہے بس

مجھے چھیڑنا، تراپ چھنا

مجھے پہلے ٹھیک سے جوڑنا

تو پھر اس کے بعد بڑے ہی جبر سے توڑنا

مری آنکھ میں یہ جواشک ہیں یہ مرے نہیں

مرے پاس جتنے بھی حرف ہیں یہ مرے نہیں

مرے دل میں جتنا بھی درد ہے وہ تمہارا ہے

مری صندلیں میں کہیں نہیں، میں کبھی نہیں

تراہر جگہ ہی نزول ہے ---



ہربات مجھ سے مت پوچھا کرو

کبھی پوچھ بھر کی رات سے کہ اے رات کیا ترے بے قراری کے مارے سینے میں دل
نہیں؟

کبھی پوچھ، ضبط سے پوچھ لے! کہ یہ اتنی صدیوں سے ڈھیٹ کیوں ہے بنا ہوا؟

کبھی پوچھ سرد ہواں سے کہ یہ کس کو ڈھونڈتی پھر رہی ہیں ادھر ادھر

کسی اور کی یہ چراکے لائی ہیں خوشبوئیں

کبھی پوچھ ان سے وہ ساری باتیں جو میں نے کبھی تھیں ان کے ہاتھ تری طرف

وہ کہاں گئیں؟

اُنہیں کب کہاں، اُنہیں کیوں گنوایا ہے، پوچھ لے

کبھی اپنے دل سے بھی پوچھ لے مرے بارے میں

کبھی مجھ سے پوچھے بغیر بھی مجھے مان لے

مرے دل کی بات کو جان لے

مری صندلیں!



ا بھی مجھے بھکلنے دو

مجھے زہر لگتا ہے اک مزاج کو اوڑھنا

مجھے اپنے حال کا غم نہیں مجھے اپنے غم بھی خوشی لگیں

میں عجیب فرد ہوں خانداں میں بہت زیادہ عجیب ہوں

کئی آزمودہ طسم ہیں مری جیب میں

جنھیں لے کے پھرتا ہوں سارا دن

میں بھکلتا پھرتا ہوں رات بھر

مجھے راستے بڑا بے خیال سمجھ رہے ہیں

مگر میں اپنے ہی دھیان میں ہوں گمن کہیں

میں بھٹک رہا ہوں بنوں میں کتنی ہی دیر سے

کہ وہاں بھی اک تراذ کر ہے

تری خوش بیانی کا ذکر ہے

تری جاوہ ایسی کا ذکر ہے

وہاں عام ہے تری مہربانی کا ذکر بھی

تری کامرانی کا ذکر بھی

مجھے زیر لگتی ہے شیعہ، سُنّی، وہابیوں کی تمثیل بین سی فکر بھی

میں اسی لیے تو بھٹک رہا ہوں وہاں ابھی

بڑی دیر سے، بڑی دور تک

کہ یہاں سراب و فریب تھے

وہاں آرزوؤں کی قتل گاہ کا کوئی نام و نشان نہیں

وہاں بس یقین ہی یقین ہے

وہاں سب ہے صرف زیال نہیں

وہاں رب ہے اور گماں نہیں

بڑی دلفریب سی حسرتوں میں لٹپٹی ہوتی صندلیں

مجھے زہر لگتا ہے تیرے لوگوں میں بیٹھنا



مجھے جگ لڑنی ہے دیر تک

مرا یہ رہے

مرادیو تاؤں سے یہ رہے

مرا اس زمانے کے دیو تاؤں سے یہ رہے

کبھی ہنس رہے ہیں،

بڑے سکون سے سور ہے ہیں اذیتوں میں ترپتا چھوڑ کے شہر کو

مجھے آرزوؤں سے بیر ہے

کہ جو تنگ کرتی ہیں رات دن، وہ جو خواب بھی نہیں چھوڑتیں

یہ لگے پڑی ہیں جو مفت میں

یہ جو آسمان سے کر رہے ہیں پرند چغلی زمین کی

وہ یہ بھول جائیں کہ آسمان پناہ دے گا کہیں انہیں

یہ جو بد تمیز سے جنگلوں میں ادا س پیڑ کھڑے ہیں چُپ

یہ بھی چھاؤں دینے سے باز ہی نہیں آر رہے

وہ جو راہبر تھے وہی تو قافلے لوٹ لات کے لے گئے

جنھیں ہر گھنٹی کا سکون تھا وہی بتلائے الٰم ہیں رات کو رو رہے ہیں

وہ دن میں خاک گلی گلی کی اڑا رہے ہیں

تو کس لیے؟

کوئی آسمان سے اُتر رہا بھی نہیں ہے کتنی، ہی دیر سے

بھی لڑ رہے ہیں عجیب زیست کی جگ سے

یہاں دیوتا بڑے چین سے

بڑے اطمینان سے سور ہے ہیں لباسِ مکر کو اوڑھ کر

مرا نیبر ہے

مرا ایسے سارے ہی دیوتاؤں سے بیر ہے

یہ ہوا یہ ظلمی ہوا، یہ خبطی ہوا، یہ سرد ہوا

یہ سونے پہ ہے سہاگ

بڑھا رہی ہے جوز خم زخم اذیتیں جواڑا رہی ہے خود اپنے سنگ

دکھا رہی ہے وہ سمت اور وہ راستے جو طویل تھے

وہ تو پہلے اتنے طویل تھے

تو یہ حسرتیں، بڑی نامرادی حسرتیں کہ جو کر رہی ہیں طویل تر انھیں اور کیوں؟

یہ جو عجز ہے

اسے اس زمانے کے دیوتاؤں کے درپہ جانے سے خوف ہے

اسے خوف ہے جو بجا بھی ہے

کہ یہ دیوتا تو نہ ماننے ہیں کسی طرح کے بھی عجز کونہ قبولتے ہیں اسے

سواب مرابیر ہے

مجھے جنگ لڑنی ہے دیر تک

کہیں میرے پیچ پھپے ہوئے ہیں جو دیوتا

میرا ان سبھی سے بھی بیر ہے

ابھی سانس لے ---



مجھے پاس رکھ لے سنجاں کر

مجھے چھوٹے چھوٹے حروف میں کہیں لکھ کے پاس سنجاں لے

مرانام تجھ سے جڑا رہے

مجھے لوگ سارے ترے حوالے سے یاد کرتے رہیں سدا

کوئی ایسا اسم بتا مجھے کہ جو میری زیست کی تیرگی کو نگل سکے

کبھی دور جانے کا سوچ مت کہ میں بس رہا ہوں فقط ترے ہی وجود میں

ترادیکھنا مرے دیکھنے کا ہے راستہ

ترے بولنے سے مرے حروف مہک رہے ہیں

تو ایسے میں کبھی دور جانے کا سوچ مت

کہیں یہ نہ ہو تجھے جو بھی دیکھے وہ چیخ اٹھے

وہ ترپ کے بولے اے صندلیں! تجھے کیا ہوا؟

ترے رنگ روپ میں داغ کس طرح آگئے؟

تری آنکھ ایسی کبھی نہ تھی کہ جو اجزی بستی نی ہوئی ہے

اے صندلیں ترے بال

ان کو یہ کیا ہوا؟

ترے نیم جان سے شانوں پر یہ اُجنڈ کے بکھر رہے ہیں

بتاناں کیوں؟

ترے لال گال بھی زردیوں میں بدل گئے

ترے حرف ہائے یہ حرف کب ہیں یہ بین ہیں

تری ذاتِ شدتِ غم کے نوچ سنار ہی ہے

بتاناں کیوں؟

! مری شاہزادی ! مری ریاضتِ زندگی ! مری صندلیں

! مری بھولی بھالی سی ، بے قرار سی صندلیں

تجھے کہہ رہا ہوں سنجال لے

مجھے چھوٹے چھوٹے حروف میں کہیں لکھ کے پاس سنجال لے

مری ذات، بات، یہ میرا نام و نشان تجھ سے جڑا ہے

! کبھی دور جانے کا سوچ مت



مجھے صبر کرنا محال ہے

ذرا یہ بتا تجھے صبر کرنے سے کیا ملا؟

ذرا یہ بتا ترے اشک کیوں نہیں تھم سکے؟

مجھے یہ بتا تری بے سکون ہے رات کیوں؟

تری غم سے لپٹی ہے بات کیوں؟

یہ بتائے جا کہ الجھگئی تری ذات کیوں؟

وہ جو ڈال تھی ترے بخت کی ابھی کیوں ہری نہیں ہو سکی؟

کوئی عمر درد کی کو ٹھڑی میں جو قید تھی ابھی کیوں بری نہیں ہو سکی؟

تجھے میرا ضبط بھی چاہیے

تجھے میری ذات بھی چاہیے

تجھے میرا خواب بھی چاہیے

تجھے میرا مانگ بھرنے کا سوچتا ہوں تو روتا ہوں

جو کبھی بچھرنے کا سوچتا ہوں تو روتا ہوں

کبھی ضبط کرنے کا سوچتا ہوں تو روتا ہوں

تجھے کیا بتاؤں کہ مجھ دیا ہے قرار بھی

مجھے صبر غصے سے دیکھتا تھا سوئی دیا

کبھی تو نے گرم بزار دیکھے ہیں درد کے

تجھے کیا پتا کہ ابھی تو دنیا کی رنگ بازی سے دور ہے

تجھے کیا پتا، مجھے تجھ سے مانا ضرور ہے

میری صندلیں!

مجھے صبر کرنا محال ہے

ابھی منزلوں کی خبر نہیں، ابھی راستہ بڑی دور ہے

مجھے یہ بتا تجھے صبر کرنے سے کیا ملا؟



ترے پاس کوئی جواب ہے؟

مجھے بے قراری کے جن چٹ گئے کس طرح

مرے خواب میں چلی آ رہی ہیں یہ ڈائینین

مجھے نوچ نوچ کے کھارہی ہیں یہ ڈائینین

کوئی روپڑا

کوئی روپڑا توہنہا نہیں

کوئی ایسا اجرٹا تھا شام کو کہ بسانہیں

ترے لب پہ جب مرے نام کی بھی صد انہیں تو مرے بھی لب پہ دعا نہیں

چلو اور بات کریں کوئی

تچھے سبز رنگ سے پیار ہے

میں سیاہ بخت سدا کا ہوں

تچھے عادتیں ہیں سکون کی

میں تو مضطرب بھی بلا کا ہوں

کبھی دیکھ مجھ کو بھی میٹھی نظر وں سے صندلیں

ڈر اسونچ میں بھی تو بندہ تیرے خدا کا ہوں

مرے مخلسوں میں عزا سوانحیں اور کچھ

مرے ہاتھ میں تو وفا سوانحیں اور کچھ

مرے شہر میں بھی وبا سوانحیں اور کچھ

چھے سبز رنگ ہی چاہیے؟

یہاں رُت بھی تیرے مزاج کی نہیں آ رہی

مجھے بے قراری کے جن چمٹ گئے صندلیں

مجھے ان سے کوئی بھی ڈر نہیں

مجھے عالمین کا خوف ہے

مجھے بے قراری کے دیوتاؤں کا گیان ہے

مجھے بد نصیبی کافیض ہے

چھے سبز رنگ ہی چاہیے؟

میں سیاہ جنت ہوں صندلیں

میں تو ہجرزاد سدا کا ہوں

میں تو بے قرار بلا کا ہوں

مجھے بے قراری کے جن چھٹ گئے صندلیں!



مجھے ٹو صدائیں بھی دے کبھی

میرے کان پک گئے صندلیں!

میں نے چھٹ پ کوؤں کی کائیں کائیں سنی تو کان بھی پک گئے

مجھے چڑیاں دیکھنے آرہی ہیں قطار میں

مجھے چُوں چُوں کہہ کے یہ کہہ رہی ہیں کہ چُپ رہو

ابھی بولنے میں عذاب ہیں

ابھی سب حروف سراب ہیں

یہ جو کو نہیں ہیں یہ کوک کوک کے کہہ رہی ہیں کہ کوئی ہے

ترے سینے میں کوئی ہے جو کوک رہا ہے کتنی ہی دیر سے

کوئی ہے کوئی تو ضرور ہے

یہ بتا دے ان سے میں کیا کہوں؟

ہے مرے وجود میں سائیں سائیں سی اک صدا

مرے گھر کے پاس مزار ہے

کوئی بر گزیدہ ولی سکون سے سور ہا ہے مزار میں

اُسے لوگ ڈھول لیے چکانے کو آئے ہیں

وہاں دم دھا دادم دھا کی صدائیں ہیں

وہیں مالکونس میں گا رہا ہے کوئی کلام

سنار ہا ہے وہ داستانِ اُلم

دکھے ہوئے سب دلوں کی کہانیاں

یہ جو پانچ شر نامالکونس کے ۔۔۔ سا۔ گا۔ ما۔ دا۔ نی۔ سا۔ گا۔ ما

مجھے کہہ رہے ہیں بلا اُسے

ذرائع میں گا کے بلا اُسے

وہ ضرور آئے گا دیکھنا

! کبھی ٹو بھی ٹن۔۔۔ مری صندلیں

مری بے قرار سی سانس ٹر میں بلار ہی ہے تجھے

یہ سُر میں سنار ہی ہے محبووں کے تمام نغمے

! کبھی تو ٹن

یا کبھی صدائیں ہی دے مجھے

کہ مری ریاضت زندگی رہے سُر خرو

مری صندلیں!

مجھے تو صدائیں بھی دے کبھی۔۔۔



کبھی آ

کبھی آگمان کی شال تن سے اتار کر

کوئی سبز رنگ پہن کے آ

.... کسی سرخ غم کے نگر میں آس کی شکل میں کبھی آن اتر

تو یقین آنکھ میں بھر کے،

کوئی دلasse ہاتھ میں خام کر کبھی لے بھی آ

کوئی عشق چوم کے لے بھی آ

مرے خواب جھوم کے لے بھی آ

مری بات گھوم کے لے بھی آ

مرا ذکر دھوم کے لے بھی آ

کبھی آکہ تجھ کو دعائیں دے کے جدا کروں

تری آستین کے پھٹ سلیں

ترے دل میں جتنے شگاف درد نے کر دیے وہ بھریں

وہ ایسے بھریں کہ تو مجھے اپنے دل سے نکال دے

مجھے ایسا دل سے نکال دے کہ کہیں کبھی بھی نہ بس سکوں

کبھی تو یقین کا لباس پہن کے آکہ تجھ سے گلے ملوں

میں گلے ملوں

تھے دوں جدائی کی پے دل سے مبارکیں

مجھے اپنے دل سے نکال کر کبھی لے بھی آ



تھے کس زوال نے میرے جیسا نادیا

مرا چاند جھٹ سے لڑھک گیا

کوئی تیرہ شب مرے سر پہ آکے اتنگئی

مجھے خواب ڈھونڈنے آگئے

میں نہیں ملا

کسی خواب کو میں نہیں ملا

مجھے ہجرات تھے پہ مل چڑھا کے ملا کہیں تو گیا نہیں

وہ ابھی تک تو گیا نہیں ہے مگر ہواں میں چلی گئیں

مری اتھائیں چلی گئیں، مری سب دعائیں چلی گئیں

وہ گیانہیں

یہ عجب زوال ہے صندلیں

کوئی راستہ، کوئی منہ چڑا تاہو عجیب سا بد تمیز ساراستہ

میرے پاؤں اندر ہے

وہ منزلیں، بڑی بے مراد سی منزلیں

مری آنکھ چھالوں سے بھر گئی

مرے ہاتھ

چھپے ہاتھ

رعشہ زدہ سے، چھید شدہ سے

میرے یہ ہاتھ کچھ نہیں بولتے

تری گڑیا جس سے تو کھل کھل جواں ہوئی

تری گڑیا ہائے سدا سے یو نہی کنواری گڑیا

وہ تیری راج دلاری گڑیا

وہ پیاری گڑیا جو بانجھ تھی

جو کنوار پن سے بھی قبل بانجھ تھی

جس کا گڈا زوال جھیلنے چل پڑا

تو پٹکے آیا کبھی نہیں

تری گڑیا ہائے وہ بیوہ گڑیا

کہ جو بیاہی نہ جاسکی.... جو بیاہنے سے بھی قبل بیوہ ہوئی وہ گڑیا

کہ جس کی آنکھ کسی بھی رات نہ لگ سکی

تری گڑیا کتنی خوستوں کے لگ لگی

... جسے خوش نصیبی بھی دیکھ کر بڑی بے دلی سے ہی منہ بسور کے چل پڑی

مری سوچ،

میری یہ پُر شگاف سی سوچ

دل مرا، موم ہتی کا دھاگہ جس میں لگا ہوا ہے

جو جل رہا ہے

طویل عرصے سے بن کے دکھ کا اسیر

اور ٹپک رہا ہے جو قطرہ قطرہ

جلن کی شال کو اوڑھ کر

کہ جو گر رہا ہے

جہاں جہاں مرے فرشِ روح پ

جم رہا ہے وہاں وہاں

کہ جسے کھر چنا کسی زوال سے کم نہیں

کوئی اک زوال بھی ہو تو پھر

میں یقین سے کہوں صندلیں

تجھے اس نے ویسا بنادیا

مری صندلیں

مرا ہر زوال ہے منفرد

تجھے کس زوال نے میرے جیسا بنادیا؟



کوئی لفظ چھیل گیا زبان

وہ جو نظم تیری د قیق آنکھوں سے جاں چھڑا کے نکل پڑی

ترے آنسوؤں نے لکھا سے

کوئی حرف تھا کہ جو لفظ توڑ کے رکھ گیا

تری سانس کتنی روائی دوال تھی ترے بیان کے وقت بھی

مرا دھیان کب سے بھٹک نہیں رہا تیرے دھیان کے وقت بھی

وہ ردا بھی نظم کا جزو تھی

وہ ردا کہ جو نہیں ڈھک سکی ترا سرا اذان کے وقت بھی

تری نظم تجھ سے بہت اداں لگی مجھے

وہ خیال جس کا لباس ٹونے اتار کر کہیں رکھ دیا

وہ لباس اور کسی خیال کا جسم ڈھانپ نہیں سکا

وہ جو نظم تیری عین آنکھوں سے نجک بچا کے نکل پڑی

جسے تو نے ڈھانپ دیا ہے آج اسی خیال کے جسم سے

تری نظم آج بھی بے لباس لگی مجھے

ترانام نظم میں لکھتے رہنے کا شوق مہنگا پڑا مجھے

تری نظم خیر سے ٹھیک ہے

مری نظم اتنی علیل ہے

مری چپ ہی اس کی دلیل ہے

کوئی حرف لفظ کو توڑ کر، جو حلق تک میں اتر گیا

کوئی بات تھی مری نظم میں، تری نظم تک نہ پہنچ سکی

تجھے کیا کہوں مرے بدگماں

کوئی لفظ چھیل گیا زبان



ترا غم کُجا مراغم کُجا

ترا غم ہے سیاہ لباس میں، مرا سبز میں

تجھے ڈائری کے حروف مٹنے کا ایک غم، مجھے تیرا غم

تجھے چند قروں کی خستہ حالی کا ایک غم، مجھے تیرا غم

کوئی نیند ٹوٹی تو خواب ٹوٹ کے گرپڑے، تجھے ان کا غم

ترے فیصلے ترے ہاتھ سے جو کہیں پہ چھوٹ کے گرپڑے، تجھے ان کا غم

کوئی ہاتھ، ہاتھ کی زد میں آ کے الجھ گیا، تجھے اس کا غم

وہ جو لفظ سلیحہ ہوا نہیں تھا، سلیح گیا، تجھے اس کا غم

وہ جور استے تجھے راہ دے نہیں پائے ہیں، تجھے ان کا غم

وہ سکوں، تجھے جو پناہ دے نہیں پائے ہیں، تجھے ان کا غم

ترے نین غم کا کھنڈ رہنے

تری زاف سوگ کی رمز جان کے ایسی ابھی کہ آج تک نہ سلیح سکی

تری ایجھنیں جو ترے سکون کو کھا گئیں

تری حسرتیں جو تجھے ملنگ بنائیں

تری چاہتیں جو صلیب پر تجھے عمر بھر کو سجا گئیں

وہ تمام باتیں جو تجھ کو آتی نہیں تھیں پر تجھے آگئیں

تجھے اتنے غم ہیں کہ تو بھی گن نہیں پارہی

مرا ایک غم ہے میں اُس کو گن نہیں پارہا

ترے اشک اتنے ہیں اک تسلی بھی جن کو چن نہیں پارہی

مرا اشک لاکھ تسلیوں کو بھلو گیا

تجھے میری آنکھ کے نم کا غم --- مجھے تیرا غم

تجھے میرے سر کی قسم کا غم --- مجھے تیرا غم

ترا غم ہے سیاہ لباس میں، مرا سبز میں

میری خوش مزان حسی، ہنستی کھلیتی صندلیں

ترا غم کُجا، مرا غم کُجا



مری خیر ہے

مجھے بے وفاوں سے دور رہنے کے گر سکھانے کی بات تو نے بھلاہی دی

کبھی ڈانٹ میرے جنون کو

ترے سخت کڑو لے کیلے لجھ کو چوم لوں

کبھی بانٹ ہونٹ سے خوشبو کیں

تری بات بات پہ وجہ آئے مجھے تو تھوڑا سا جھوم لوں

مجھے بخش اپنی ریاضتوں کا چاکچا

ترادھیان اوڑھ کے گھوم لوں

مجھے باوفاؤں سے ملنے جلنے کے ڈھب سکھانے کی بات بھول گئی تھے

مرا رخ کلام مجید پڑھ کے دمک اٹھا

جسے آکے گزرے ہوئے زمانے گزرنے

وہی میرے من میں پھر گیا

تجھے سالوں کا لکھا بدل ہی نہیں سکا

تجھے یہ بھی یاد نہیں رہا؟

ترے کون تجھ سے پچھڑ کے خوشیوں سے جاملے

تجھے وہ بھی یاد نہیں رہا؟

زادھیان کس کی گلی سے بچنے کی کوششوں میں بھٹک گیا

مرے داؤں سے نکل کے کون سے سکھ ملے؟

کبھی آکہ تجھ سے حساب لوں

کبھی آکہ تجھ سے جواب لوں

مجھے بے دفاوں کو سونپ کر تجھے کیا ملا؟

مجھے میرے حال پہ چھوڑ کر تجھے کیا ملا؟

تری ڈانٹ راہ بھٹک گئی

ترے ہونٹ خوشبو گنو اچکے

ترے لفظ مجھ کو بھلا چکے

مجھے شر مسارنہ ہو کے مل

مرا دل کلام مجید سن کے چک اٹھا

مرے من میں نورِ حضور ہے

مر اس ب اندھر دل سے بیرون ہے

مری خیر ہے



تراؤں چپ ہے؟ اداں ہے؟

نی ادا سے! تراؤں ہے؟

جسے چپ سہارنا آگئی

اُسے وقت کتنا ہوا ہے موت کی گود میں؟

کہ جناز گاہ بھی جس کو دیکھ کر رو پڑی

وہ جناز گاہ کہ جس سے رویا گیا نہیں تھا ہزاروں لاکھوں کی مرگ پر

وہ جنازہ گاہ بھی چیز اٹھی

نی حیات! تیرے سلوک موت سے بدرہے

نی حیات نی! تری کس ادا سی کی کو کھل سونی رہی بتا؟

تراؤں بانجھ اذیتوں کے کفن کو اوڑھ کے سو گیا؟

تیر اکون آج تری لعد کو سیاہ آنکھوں سے دھو گیا؟

تیر اکون ہے؟

یہ جو آسمان کی سمت دیکھ کے رو پڑا ہے غرور سے

اُسے لگ رہا تھا سے پکار نہیں رہا کوئی دور سے

وہ بنا ملے ہی پلت جو آیا تھا طور سے

وہی، جس کا جھگڑا تھا نور سے

تیر اکون ہے؟

یہ جو کچھ اداس کبوتروں کی کہانیوں کو سننا کے بول نہیں سکا

یہ لبوں پہ جس کے کسی یتیم، سیاہ دشت کی پیاس ہے

یہ سکوت جس کی زبان سے بہتا ہے اور اس میں مٹھاں ہے

کسی زر درنگ میں جذب ہو کے بھی جس کی آنکھوں میں آس ہے

یہ جو تیرے پاس نہ ہو کے تیرے ہی پاس ہے

نی ادا سے اتر اکون چپ ہے؟ ادا س ہے؟



تجھے کیا ملا؟

تجھے بھیگے بالوں کا دم نکال کے کیا ملا؟

وہ جو شب عذاب اٹھا کے لائی تھی، کٹ گئی

وہ جو دھند غم کا نصاب لائی تھی، چھٹ گئی

وہ جو شکل کتنے ہی منظروں کا غرور تھی،

وہی اب کے نظر وں سے، ہٹ گئی

تری یاد تیرے سمیت لوگوں میں، بٹ گئی

تجھے کون اتنے ادا س ورد سکھا گیا

جنھیں پڑھتے پڑھتے تراوجود مرے وجود کی داستان نہیں پڑھ سکا

جنھیں کرتے کرتے ترایہ نام و نشان بھی مجھے بے نشان نہیں کر سکا

تجھے اور کتنی دعائیں دوں؟

تری کو کھل نظم میں جنا کرے

ترے اشک، دنیا چنانا کرے

تجھے خامشی بھی سنا کرے

تجھے ہر صد ابھی سنا کرے

تری اک جھلک کی تلاش میں،

کسی باغ کے کسی پھول پر پڑی اوس لمحے گنا کرے

تجھے سانپ کب سے امید لگنے لگے؟

تجھے ان کے زہر سے آشنائی نے کس مقام سے کس مقام پر رکھ دیا

تجھے میرے لفظوں کی زندگی پہ بھی شک رہا

تجھے میری موت کا غم جو تھا،

وہ مری ہی موت تک رہا

ٹو مجھے تو اپنے ہر ایک دکھ کی بشارتوں سے نوازتا

ٹو مجھے تو اپنے غنوں کی جھیل سے پیاس دے کے گزارتا

ٹو مجھے کبھی تو اس کہہ کے پکارتا

مجھے آج سارے حساب دے

مجھے آج اپنی کتاب دے

جو سوال میرے مزار پر

تیری راہ تکتے ہیں مدتوں سے،

ٹو آج لوٹ کے آور ان کو جواب دے

مجھے یہ بتا تجھے میری آنکھ کے کونے کونے سے ”نم“ نکال کے کیا ملا؟

تجھے میری رات عذاب سے سبھی غم نکال کے کیا ملا؟

تھے ابھے ابھے اس بالوں کے کم نکال کے کیا ملا؟

یہ بتادے آج تھے ”زیادہ“ سے ”کم“ نکال کے کیا ملا؟

مجھے یہ بتادے کہ تیرے میرے ملاپ سے

تھے ”ہم“ نکال کے کیا ملا؟



پھر لوگوں میں چھوڑ گئے ہو

کن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو

دیکھو مجھ کو رو نہ رہے ہیں

جن لوگوں میں چھوڑ گئے ہو

